

نیل لکھ

ابن عربی صغریٰ  
آفت سبک، حیدر حب اور ہنر و حسن بین مصنف  
ابن عربی کی مقبول و مشہور تصانیف میں  
جو کہیں شریعتیں ہو سکتی ہیں۔ ابن عربی  
کی سائنسی و فلسفیانہ کا ایک مشکل مسئلہ



# کیٹین

لوہری کی کوٹھی کے چھانک پر کھڑے  
ہوئے ستری نے کوئی جلاوی اور  
ساتھ میں ایک انسانی بیچ اور کوتاہی میں ڈوبتی چلی گئی۔  
خونخوار چٹان ستری نے اپنی زبان میں لہجے کا نعرہ لگایا۔  
چھانک کو کڑواہٹ کی آواز کے ساتھ کھلا اور کیٹین کو پھر  
باہر نکل آیا۔ اس کے ساتھ دو سچے نوجوان تھے۔  
"خو صاحب! پچھلے راتفل کے کلاس نے پر ہاتھ مار کر  
بولے دشمن چہرہ رسید  
ستائے کاظم ٹیٹ چکا تھا اور اب قرب و خوار کی طاقتوں  
کی کھڑکیاں کھلتے تھے جیسے پھر ذرا سی دیو میں اچھا خاصا  
میں اٹھتا ہوا گیا۔ لوہر نے اپنے سنتری کو چھانک کے اندر  
دھکیل دیا۔  
"نادر جاؤ! اس نے ٹھکانہ لہجہ میں کہا۔  
اس کے ساتھ کے سچے آدمیوں نے اپنے دیوار اور ابھی  
راج چھپا لیے اور پھر وہ آگے بڑھے۔ مجمع میں کی ٹانگیں روشن  
نہر رہی تھیں۔  
شور بڑھتا لگا اور جب کیٹین، لوہر نے زمین پر پڑے  
ہوئے آدمی کا چہرہ دیکھا تو خود اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔  
اس کے پیر کا پتہ نہ تھے۔ اس نے زمین پر سے کسی نے بلند آواز میں  
کہا: میں نے راتفل کی آواز صاف سنی تھی۔  
"مگر کبھی بھی رقم کا نشان نہیں ہے۔ خون کی ایک لونڈ  
میں کیوں نظر نہیں آتی؟ کسی دھڑکے سے کہہ  
"واہ! کیسے عجیب! سب سے بڑا دلالت میں نے بھی گولی چلنے  
کی آواز سنی تھی۔  
لوہر نے اشتیاق لاش پر چھیک پڑا۔ لوگ ابھر اور ہر پٹ  
گئے کیونکہ اس کا ہاتھ بڑی کے ستر تیرین لوگوں میں چھوٹا تھا۔ یہ  
حقیقت تھی کہ سترے والے کے ہم پیر گولی کا نشان نہیں تھا۔  
لوہر کے دونوں ساتھی موت سے کھڑے تھے۔ ایسا  
معلوم ہو رہا تھا جسے ان کے سینہ پر بونیاں بیاں بھی زندگی...  
دونکیاں نہ مارے گی۔ خود لوہر کی سانس بڑی طرح پھول رہی  
تھی۔ وہ لاش کے پاس سے ہٹ گیا اور اس نے بھی درمی  
"زبان سے میرا کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ راتفل کی آواز اس  
نے بھی سنی تھی۔ وہ کچھ دیر تک خاموش کھڑا رہا پھر اس نے  
میں کو گرا کر بتایا کہ وہ سترے والے سے تجویز وفاق ہے۔ وہ اس  
کے لیے کوئی چٹائی نہیں اور چھوٹا چٹک۔ کسی سے ملنے کے

لے کر ملے ہو۔

دیکھیں آخر یہ مرا کیسے؟ کسی نے پوچھا۔  
"میں خود میرے صہبے۔" لوہر بڑبڑایا۔ یہ میرے ساتھیوں  
میں سے تھا۔ چہرہ مضطرب انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف  
مڑ کر بولا: "اے... خون کرو جلدی پلٹیں کرو۔  
وہ دونوں چھانک کی طرف دوڑے۔ چٹان پر ہلکے سے  
لگا ہوا کھڑا تھا۔ دھکا لگتے ہی وہ پیچھے کی طرف اڑ گیا اور اس  
نے اٹھتے اٹھتے انھیں ایک بڑی سی گالی دی۔  
"چلو، آؤ اندر چلو! وہ اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہنے  
ہوئے۔ ہلے۔ چٹان غر آتا ہوا اس کے ساتھ چلے لگا۔  
"اے گے کیٹین! ایک نے چٹان سے کہا۔ وہ تینوں  
ایک کمرے میں پہنچ چکے تھے۔  
"لوہر کیا کرے بابا! چٹان جھٹکا کر بولا: اندھیرا تھا۔  
نہم جتنی ہے نہ ہم جتنی ہے نہ  
"لیکن وہ چہرہ بھی گر گیا۔  
"اللہ بڑا کارساز ہے! چٹان نے خوش ہو کر کہا۔  
"مگر وہ ہمارا دشمن نہیں دوست تھا۔  
"خون بھی گولی نہیں لگا۔ اللہ بڑا کارساز ہے۔  
"لیکن وہ مرا کیسے؟  
"اللہ کا مرضی!  
"مجاؤ تم فتنہ گرد پلٹیں کو! چٹان کے گفتگو کرنے والے  
نے اپنے ساتھی سے کہا۔  
اس کے جانے کے بعد اس نے پھر چٹان سے پوچھا: کیا  
وہ سیدھا دھڑی آکر تھا؟  
"نہیں جو رکھا لگا۔ چٹان چٹان نے جواب دیا۔  
"تم نے گولی چلا دی؟  
"اویا... ہاں ہاں... پھر کیا کرتا؟ اس کو سوا کر لیا رہا؟  
"تم اپنی راتفل کی نال صاف کر کے اس میں تیل ڈال دو۔  
"جیسے جلدی جاؤ اور پٹی میں ایک کافڑ اور لگاؤ۔ کوئی غارت خانی  
نہ رہے۔ جاؤ جلدی کرو اور اب تم سو جانا۔  
چٹان اس کمرے میں داخل ہوا جہاں شکر کا سالان رہتا  
تھا۔ یہاں دو لوگوں پر کئی چھوٹی راتفل نظر آ رہی تھیں۔  
اسطرحات میں کچھ دیر گزرتے ہی تھے۔ چٹان بڑے سہیلے سے مناسب  
مقامات پر رکھا گیا تھا۔  
کیٹین، لوہر معززین شہر میں سے تھا۔ اس کے گزرتے دیکھ کر

میں گراں فوجی حالت ادا کی تھی اور اب ریشتر منگندہ فوجی  
گزار رہا تھا۔ یہی نہیں وہ ایک شہر شکاری اور تیرہ لاکھ روپے  
بھی تھا۔ نہ لاکھ لاکھ روپے تھا۔ رہی ہیں کافی لوگوں  
جیسے رکھتا تھا۔

پنجان نے داخل کی تال کوئی۔ اسے ایک لمبے فرش  
سے صاف کرتا رہا۔ پھر تال دے کر اس داخل کو بھی دیوانے سے  
نکل گیا۔ پھر وہ بڑی بھرتی سے کمرے سے نکل کر باہر باغ  
میں چلی گئی۔ وہی تال کی ایک کمر ہو گیا۔ اگر کمارت سے کوئی شخص  
بھی پھاڑا تو کسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

گپاؤ نہیں علت کا یا باں بازو ایک ایسی جگہ تھا جہاں  
کوئی نہیں جاتا تھا۔ ادھر دھڑکے تھے اور دروازوں کی جھین کوئی  
ہوتی تھیں۔ کمارت قلم بھی اور اس کے مکین اُسنے بے پردہ  
تھے کہ وہ بالشی قصوں کے علاوہ انھیں دوسری طرف نظر ڈالنے  
کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی تھی۔ خاص طور سے باہر بازو  
کے یہ دروازے تو ساہن سال سے اسی اجالا حالت میں  
بڑے ہوئے تھے۔

پنجان کمرے کے نزدیک پہنچ کر گڑ گڑا۔ بڑی بڑی  
قد آدم تھا۔ ہلکے آن کے بیرونی دروازوں پر جھک آئی تھیں۔  
پنجان نے ایک تاریج نکالی تو اس نے اپنی ٹھہ دار شکل اور  
میں اکر رہی تھی۔ بڑی احتیاط سے جھار میں مٹاتا ہوا  
وہ دروازوں کی طرف بڑھا۔ دروازوں کی اوپر ہی سطح دیکھوں  
کی کھائی ہوئی تھی اور وہ اندر سے بند محسوس ہوتے تھے۔ پنجان  
نے بڑی سرعت سے ایک دروازے کا ایک پلٹ نکال لیا۔  
ایسا معلوم ہوا جیسے وہ پہلے ہی سے چوڑھویں سے الگ  
رہا ہو۔

دوسرے لمحے وہ اندر تھا۔  
کمرے کے وسط میں گوی ہوئی جہت کے بلے کا ڈھیر تھا  
پنجان نے اندر دھڑک کر کے چاروں طرف نگاہ ڈالی اور پھر کمرے  
کے ایک کونے سے اور پھر صندری کی طرف بڑھا جو دیوار سے  
لگا رکھا تھا۔ صندری پر ڈالنا ضرور تھا لیکن یہ کمرے میں کہاں  
سکتا تھا کہ وہ دیوار اتنی ہی پرانا ہے جتنا کہ بلے کا ڈھیر۔  
پنجان نے صندری کا ڈھیر اٹھا یا وہ دوسرے بھی  
لٹھاس کے منہ سے لٹکی تھیں زہاد آواز نکلی کسی آدمی کا  
مڑہ ہم کو ڈھیر در کمرہ صندری میں غصوں دیا گیا تھا۔  
پنجان چند لمحے صامت و ساکت کھڑا رہا پھر دھڑکے

سے بڑھایا۔ میرا سلاں کیا ہوا؟  
اس کی بڑھاپٹ اور دھڑکے کا بلی بلی نہیں تھی۔

اس نے پھر کمرے کی روشنی ڈالی۔ مرنے والے کا  
چہرہ سامنے ہی تھا۔ وہ کوئی غیر ملکی معلوم ہوتا تھا۔ جلد کی رنگت  
صوری تھی اور بال سرخی مائل تھے۔ لباس انگریزی وضع کا تھا  
لیکن گھنے لمبی نہیں تھی۔

پنجان نے تاریج کی بجادی۔ اس کے چہرے پر صحت  
تھی۔ سر اس کی کے آثار تھیں نہ تھے۔ اس نے تاریج کو بلے کے کمر  
پر اس طرح رکھ دیا کہ اس کا رخ صندری کی طرف رہے۔ پھر اسے  
روشن کر کے وہ صندری کی طرف پلٹ آیا۔

پھر اس نے اپنی صندری سے نکال کر فرش پر ڈال دی  
گوئی ٹھیک درجہ کی بڑی بڑی تھی۔ پھیلا حقد خون سے تھا۔  
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ صندری پر دیکھنے کی بات ہے۔ ہم  
کے بعض قصوں میں ابھی تک صندری صندری گری تھی۔

پنجان نے بڑی تیزی سے اس کی جیبوں کی تلاشی لی اور  
پھر جو کچھ بھی پکڑا ہوا اسے اپنی جیبوں کی مختلف جیبوں میں  
ٹھونکتا گیا۔ پانچ ہی منٹ کے بعد اس نے ناش کو وہاں صندری  
میں رکھ دھڑکنا اس طرح بند کر دیا پھر تاریج جھاکو پٹنے پر ڈالا  
تھا کہ باہر سے کسی نے دروازہ پٹایا۔ پنجان بڑی بھرتی سے  
زمین پر لیٹ کر بلے کے ڈھیر کے پیچھے چھپ گیا۔

باہر سے کسی پرستور بھی نہ تھی۔ لوگوں کو پولیس کی آمد کا  
انتظار تھا۔ ان میں انہیں تو پھر بھی تھا۔  
پولیس آگئی اور جس وقت کو توالی انچارج ہیکر جگہ لاش  
نے لاش کو دیکھا اس کے منہ سے جھلپٹ میں ایک موٹی لاش نکلی  
تھی پھر چانک اس کی نظر کھین پر پڑی۔

”کیا یہی آپ کا لاش ہے؟“ اس نے تو پھر گھڑ گھڑ کیا  
”جی ہاں!“  
”اور آپ کوئی دھڑک کا بیان نہیں دیتا ہے؟“  
”دھڑک کا بیان سے آپ کی کیا مراد ہے؟“ پھر تیرے  
ہر کر پوچھا۔

”اس سے قبل ہی وہی لاشیں ہیں لیکن میں نے کچھ نہیں اور  
وہ دونوں بھی ایسی ہی تھیں جنہیں آپ پہچانتے تھے۔ اور اب یہ  
تیسری... اور وہی تالی کمرے“  
”میں کچھ نہیں جانتا۔ ضروری نہیں کہ میں اس کے بلے میں

42

کوئی خاص بات جانتا ہوں اور اگر آپ کو میرا بیان لینا ہو تو  
کوئی میں شریف لائے گا۔

پھر پھر اچانک کمرے اور پھر دروازہ میں چلتا ہوا اپنی  
کوٹھی میں داخل ہو گیا۔  
”اچھا میں کچھ کام سے۔“ جگہ لاش پر بڑھ کر رو گیا۔  
پھر اس نے قلم سے مخاطب ہر کر پوچھا۔ سب سے پہلے لاش  
کس نے دیکھی تھی؟

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جگہ لاش سے پھر اپنا سوال  
دہرایا لیکن وہی خاموشی۔  
اس کا بارہ پڑ گیا۔ ابھی تو پھر کے توہین اکبر دیتے  
کی مذمت اور جھلپٹ ہاں باقی تھی اس پر جھٹکا سا کھوت۔  
آخر اس نے غصے سے کہا کہ بہت اچھا۔ نہیں لوہے تو میں پر  
شہد ہو گیا۔ دھڑکوں گا۔

ایک آدمی آگے بڑھا۔  
”دیکھئے“ اس نے نرم آواز میں کہا۔ ”یہ بتانا بہت  
مشکل ہے کہ سب سے پہلے جہاں کون پہنچا۔ پھر اس لیے  
ہر گئی کہ ہم نے پہلے تو داخل کی آواز کی یاد پھر ایک پہنچ“  
”داخل کی آواز؟“ جگہ لاش سے حیرت سے کہا۔  
”جی ہاں! داخل کی آواز اور پھر پہنچ۔“ لیکن اس کے ہم  
پر کہیں بھی کوئی نہیں کی ہے۔

”نہیں اسے کوئی نہیں گئی۔“ جگہ لاش پر جھٹکا ہوا والا۔  
”تلی کمرے... اس کے دہانے کمال پر بھی وہی تالی کمرے موجود  
ہے جیسی پہلی دولا شوں میں تالی کمرے تھیں۔ پھر وہ سیدھا کھڑا  
ہر کر لولا کی تو پھر یہاں تنہا تھا؟“  
”نہیں وہ ہمیں ہی آیا تھا۔ ایک آدمی نے کہا۔  
”آپ کو لوگوں کے آگے کے بعد؟“  
”جی ہاں! ہم تلی تھے۔“  
جگہ لاش کچھ سوچنے لگا۔ اس کی نظریں تو پھر کی کوٹھی پر  
جی ہوئی تھیں۔

پنجان نے سانس روک لی تھی اور بلے کے ڈھیر میں دیکھا  
ہوا دروازہ پٹانے والے کا منتظر لیکن اسے آہٹ تک نہ ملی  
اس نے ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا۔ دروازہ لپٹی جگہ سے پٹا ہوا  
تھا لیکن اسے کمرے میں کسی دوسرے شخص کی موجودگی کا  
احساس تک نہ ہوا۔

پنجان آہستہ آہستہ سیدھا کھڑا ہونے کی کوشش کر  
رہا تھا کہ ایک ٹھنڈی ہوا اس کی گردن سے آگئی  
اور ساتھ ہی کسی نے سانس کی کھینچ کر کہا۔  
”خبردار! اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“  
پنجان جہاں تھا... وہیں رو گیا۔  
”ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“ اس بار سختی سے کہا گیا۔  
”آپا!“ پنجان نے غصے سے کہا کہ باہر سے کس نے کہا؟  
”ہے بابا... ہم سمجھا دوں گے۔“  
”کون؟“ حوالہ دے کر آواز میں کہا۔ ”سستی؟ تم  
یہاں کی کمرے ہو؟“  
”او... ہا... ہم ادھر دوڑیں دیکھا تھا۔“  
”کون؟“  
”ابھی... ادھر... گھس... ہم کیا تو غائب؟“  
”ملا اور نے تاریج روک کر لی۔ پہلے اس نے پنجان  
کے چہرے پر ٹھونکنے والی نظر ڈالی اور پھر ادھر ادھر تاریج  
گھما گھما۔“  
”یہ کیلین تو پھر کا میر شکاری سنگ ہی تھا۔ وہ بلا پٹلا  
اور پہلے ہم کا آدمی۔ نہ لاکھ غلی قسم کا چینی تھا۔ اس کا باپ  
چینی تھا اور ماں منگولی اور اگر کس نے بھی بڑے غریب انداز میں  
کہا تو ساتھ اس کے باپ نے اس کی ماں سے اس کی پیدائش  
کے بعد بھی شادی نہیں کی تھی۔ وہ خود کو اس انداز میں  
”حالی“ کہتا تھا جیسے وہ کسی شہنشاہ کا عطا کردہ کوئی بہت  
بڑا امتیاز ہو۔ کیلین تو پھر کے سارے آدمی اس سے بڑی طرح  
خائف رہتے تھے۔ لٹا ہوا اس کا ڈیلا پٹلا اور پٹلا جسم بالکل بے جان  
نظر آتا تھا لیکن اس کی شیطانی گرفت سے کچھ بھی لوگ واقف  
تھے جیسے اس سے کم از کم ایک بار ہی پلٹ پڑنے کا موقع ملا  
تھا۔ کون کا خیال تھا کہ سنگ ہی ایک بڑوں دار چوڑے۔  
سنگ ہی نے کجا ہر جگہ پنجان کے چہرے پر روشنی ڈالی اور  
پنجان نے اسے سامنے بنا کر کہا۔  
”او... کیا کوئی سب سے ماسٹر آؤ کچھ چوڑے گا؟“  
”باہر چلو۔ سنگ ہی پھر ساپ کی طرح پھٹکا۔  
پنجان جب چاہا باہر نکل گیا۔ سنگ ہی اس کے پیچھے تھا۔  
باہر نکل کر پنجان کھڑا ہو گیا۔ ”میرے ساتھ آؤ۔“ سنگ ہی کو سختی  
کے رہائی تھے کی طرف نہ ہٹا ہوا والا۔  
وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے جہاں تو پھر بڑی

43

سے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ سو فیماں کے دو دنوں سا بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ چینی کے گرد ہر گھبراہٹ تھا۔ سنگ تھی سے چینی زبان میں کچھ کہا اور کپٹن لوئر جو کچھ کر چٹان کو گھونسنے لگا۔

”تم وہاں کیا کر رہے تھے خان؟“ اس نے پوچھا۔  
 ”خو صاحب! ادھر ایک آدمی گھسا، ہم بھی گھسا۔ ہم گھسا دو دن۔“ چٹان نے کڑک کر قہقہہ لگایا پھر گولانہ دھماکے سے پھٹا۔  
 ”تم گھونسنے ہوئے سنگ تھی کی گولانہ۔“  
 ”ہم گھونسنے نہیں۔“ چٹان نے تھیرا آمیز جھلکا ہٹ کے ساتھ کہا اور پھر دانت تھیر کر گولانہ غورم... دغا باز کا بچہ ہم کو جھپٹا کہتا ہے۔ ہم تمہارا بھی تو فی قیہ کر کے گا۔“  
 چٹان اس کی طرف چھپتا۔ لوئر ورمیان میں آگیا۔  
 ”خو صاحب! تم بہت جاؤ۔ ہم دیکھ کر لڑائی بچھو کو۔“  
 ”ظہر و ایک بے پروا ہے، سنگ تھی تم ادھر جاؤ۔“  
 چٹان رگ تو کیا لیکن وہ بڑی تہوار کو دھڑلے سے سنگ تھی کو گھور رہا تھا۔

”تم نے وہاں اور کیا دیکھا؟“ لوئر نے چٹان سے پوچھا۔  
 ”خو صاحب! کچھ بھی نہیں؛ ہم اس کا بول بچھا پچھا تھا۔ نہیں تو گردن توڑ دیتا۔“  
 ”اچھا! تم نہیں دیکھو گے گا۔ سنگ تھی اُسے گھونسا دکھا کر لولا۔“

”ہم تمہارا باب پٹک کر دیکھ گئے گا۔۔۔ حوالی دیتے۔“  
 ”ختم کرو۔“ لوئر ہاتھ آٹھا کر لولا۔ یہ آپس میں لڑنے کا موت نہیں۔  
 ”ہم حکم کا بندہ ہے۔“ چٹان نے کہا۔ ”وہ بے ہوش خراب ہے ہم دو دن تو گولی مارا۔۔۔ دوست نہ لگا۔“  
 ”نہیں اُسے گولی نہیں لگتی۔“ لوئر لولا۔ ”اچھا! تم جاتو لیکن دن کو یہاں کبھی نہ آنا۔“

دوسری صبح ان پکڑ چکے تھے۔ فریدی کے ڈرائنگ روم میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ سب سے پہلے حمید سے ملاقات ہوئی۔ وہ اپنے ہاتھ بکڑے کی ڈنڈی تھامے ہوئے اس شان سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا جیسے وہ بکرائی بلکہ کوئی خونخوار قہر کا گتہ ہو۔ اس کے گلے میں مٹائی سنگ تھی تھی، اور سر پر ہینڈ ہیٹ منہ جھکا ہوا تھا۔ بکرا بھی اب اس کا

عامی ہو گیا تھا۔ چھپے دھاپے کے سہرا لیکر تھک چکا۔  
 ”آپ اب کچھ لڑائی میں؟“ حمید نے بکڑے کی طرف دیکھا اس انداز میں کہتا ہے جگہ لڑائی کا اس سے تعارف کرا رہا ہو۔ اور اب کچھ بڑا خان۔“

”لفظ پھر شاید ایک اشارہ تھا جس پر بکڑے نے اپنا ایک اگلیاڑ اٹھایا۔“  
 ”تو اب حضور درباری ہو رہے ہیں۔“ جگہ لڑائی مسکرا کر بولا پھر غصہ سے سنبھلا ہوا گیا۔ اب تمہارے مذاکرے ادھر دور بھی سننے جانے لگے ہیں۔ کیوں لڑائی نہیں بلکہ کڑے ہوئے۔  
 ”کیا تم کو کڑے ہیں؟“ حمید اپنی ماہی اٹھ دیا کر بولا۔  
 ”میری کڑائییں کر لیں پھر سنو۔“  
 ”او۔۔۔۔۔ کوئی بات نہ ہوئی۔ تو کوئی زبان کہاں تک بند کر دے گے؟“ حمید نے سنبھلی کہہ۔  
 ”اب یہی دیکھو جب کبھی فریدی صاحب کے ساتھ ہوتے ہو تو چاروں طرف انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں۔“  
 ”تو پھر ایک مطلب؟“

”مطلب کیا؟“ لوگ کہتے ہیں کہ تیار آدمی ہو کر گدھا ساتھ لیے پھرتا ہے۔“  
 ”تم خود کہہ رہے ہو۔“  
 ”نہیں کہدوں کی بات کا تم نہیں مانتا۔“  
 ”جگہ لڑائی آگ کر کچھ کہتے ہیں والا تھا کہ فریدی آگیا۔ آتے ہی اس نے ایک ہاتھ سے حمید کی گردن دلوچی اور دوسرے ہاتھ سے بکڑے کا پٹ پٹ کرے ہوئے دونوں کو کمرے سے باہر دھکیل دیا پھر ہاتھ جھٹکا ہوا بڑا جگہ لڑائی کی طرف دھکیلا۔“  
 ”تم غالباً تیسری لاش کی کھانی مٹانے آئے ہو؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”جی ہاں؟“

”اور وہ تیسرا بھی شاید لوئر ہی کے ساتھیوں میں سے ہوگا۔“  
 ”جی ہاں! یہ بھی درست ہے۔“  
 ”اور شاید بیسی تیسری بھی۔“  
 ”شیک ہے اور یہ تیسری لاش لوئر کی کوٹھی کے سامنے ہی ملی ہے۔“  
 ”خوب! بہت اچھا۔“ فریدی سر ہلکے پر دھکے ہوئے گھڈان کی طرف دیکھنے لگا۔

حمید دیکھا کہ کوئی نہ داخل ہوا لیکن اس بلڈاس کے ساتھ کچھ چیز تھیں۔ وہ پتہ چلا کہ وہ کچھ لڑائی میں تھے۔  
 ”پتہ چلا۔“ حمید نے کہا۔ ”پتہ چلا کہ وہ کچھ لڑائی میں تھے۔“

”معاذ اللہ! موت؟“ فریدی نے کہا۔ ”معاذ اللہ! موت؟“  
 ”چاہے چٹان حمید نے ٹھہرا لگایا۔“  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”جی ہاں! یہی بات ہے۔“  
 ”لوئر نے اسے ڈرا لیا دیا؟“  
 ”وہی کڑے لڑائی میں؟“  
 ”تو تو لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔ ”تو تو لڑائی میں؟“

”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔

”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔

”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔

”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔

”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔

”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔  
 ”ایک دھڑلے سے تھیرا لڑائی میں؟“ فریدی نے کہا۔

کیا تم نے نہیں؟ وہ چیخ کر بولا۔  
 وہ استاد آپ کی طبیعت کچھ غریب ہے۔ سنگ آپ  
 نے معصوم لڑکے والے انداز میں کہا۔ کیا آپ کے لیے میں  
 تھوڑی سی برائی لاؤں؟

وہ چلے جاؤ۔ تو پھر اتنے دوسرے چٹا کوس کی کڑی لڑائی  
 میں جلاوطن ہو گئے۔ چھ سو چھ سو چھ سو چھ سو چھ سو  
 کمرے آپ کے گال پر بھی سفر شروع کر دیا تو کیا ہو گا؟  
 تو پھر نہ کچھ کہنا چاہا لیکن جبر رک گیا۔ وہ تالا بند کر  
 تھا۔ چند گئے سنگ کی کوئی گھر تار یا پھر بڑی سے دروازے کی  
 طرف بڑھا۔ سنگ کی ایک طرف بٹ گیا اور تو پھر یہاں تک  
 گیا۔ سنگ ہی نے معصوم آئینہ انداز میں اپنے شانوں کو جنبش  
 دی اور وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔

وہ دونوں آگے پیچھے اسٹری میں داخل ہوئے۔ تو پھر  
 ایک کمرے پر پہنچ کر کھینچے ہوئے گدے کی طرف متوجہ ہو گئے۔  
 وہ سنگ کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔  
 "اے سنگ ہی زور سے چیخا۔ کیا اس کی شان پانی؟  
 کیا بے پروا کی ہے؟" دیکھ کر تو پھر نے سچا ہٹ نہیں

فرش پر گر پڑا۔  
 "نہیں کہیں صاحب؟" سنگ ہی نے غصہ انداز میں  
 سر ہلا کر کہا۔ "نہ پانی ہے ہر گز نہیں ہے۔" ٹھنڈا پانی اس  
 وقت بہت مفید ثابت ہو تا ہے جب مکمل تھوڑی کی مدد و  
 سے بہرہ نکلے۔ آدھن ٹھنڈا اس وقت ایسا ہی عروس کو بہاؤ  
 تو پھر کچھ کہنے والی آٹھا کو نوکر پانی کا گلاس کے کر  
 اسٹری میں داخل ہوا۔

سنگ ہی نے ٹوٹے سے گلاس اٹھا کر منہ میں تھپتھپاتے  
 تو پھر کی طرف دیکھا اور چہرہ مسکراتے ہوئے گلاس اپنے ہاتھ میں  
 سے لگایا۔

تو پھر تھپتھپاتا رہا۔ جب وہ نوکر کا گلاس لے کر  
 چلا گیا تو اس نے سنگ ہی سے کہا۔  
 "کیونکہ سنگ ہی! میں بہت بڑا آدمی ہوں۔"  
 اس کا لہجہ سے کام لے رہے ہیں۔ سنگ ہی نے

پوچھا۔  
 "تم آگے جانے کیا ہو؟"  
 "معتاق کی بیوی نے بکھرے کے بعد فریڈ کی کیا سکول؟  
 میں کوئی چارے لکھے تھا چھوڑ دو۔ جاؤ وہاں سے۔"

تو پھر نے کسی سے ہاتھ ہلا کر بولا۔ اب اس کے پیچھے میری گری بات  
 نہیں رہے گی۔

دو گھنٹہ ایک تو پھر اس کی ہی داخل ہوا۔ اس کے  
 ہاتھوں میں ایک جھپٹی سی ٹرسے تھی اور ٹرسے میں ایک سفارشی  
 کارڈ پڑا ہوا تھا۔

تو پھر نے کارڈ اٹھا کر دیکھا اور اچانک اس کے چہرے  
 پر زبردی چھا گئی۔ اس نے بیوی جیسی آنکھوں سے سنگ ہی کی  
 طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔ کوئی فریدی؟  
 "آزادی کوئی کوئی فریدی کہنے؟" سنگ ہی نے سر ہل ہٹنے کے  
 ساتھ بولا۔ چہرے نے فکر سے کہا۔ پہلے ایک لالچ دیکھ لو۔

نوکر چلا گیا۔  
 ایک مارچ دیکھ کر آپ کا سر شانوں پر رکھنے کے لیے  
 کافی ہوگی۔ سنگ ہی مسکرا کر بولا۔  
 "وہ انتہائی چالاک آدمی ہے۔ تو پھر نے حیرانی چوٹی  
 آواز میں کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ سنگ ہی بولا۔  
 نوکر دھڑکی سے کمرہ میں آ گیا۔ سنگ ہی نے تو پھر کی  
 طرف اشارہ کیا۔ نوکر نے چوٹی میں اس کے صوفے کے قریب  
 کھڑا کمرے رکھی۔ تو پھر نے گلاس اٹھا لیا۔ اس کا ہاتھ  
 کا پیرا ہوا تھا۔ اس نے سفارشی انداز میں ایک ہی ساں میں  
 گلاس خالی کر دیا۔

"اب اسے سے آؤ۔ سنگ ہی نے نوکر سے کہا۔ نوکر کے  
 جانے کے بعد سنگ ہی کھینچ کر تو پھر کو ایسی نظروں سے دیکھنے  
 لگا جیسے تو پھر ایک ناگھیر پتھر ہو اور سنگ ہی اس کا بڑنگ جس  
 نے ابھی اسی اسے ہوا ٹوٹنے کے ساتھ ہندیا اور باہر ہونے  
 کی تاکید کی ہو۔

فریدی کے ساتھ عید بھی تھا۔ دونوں تو پھر کی منڈی  
 میں داخل ہوئے اور تو پھر نے فریڈ خوش اخلاقی سے ان کا  
 استقبال کیا۔ سنگ ہی بھی موجود تھا۔

عید سنگ ہی کو ٹوٹے سے دیکھنے لگا۔  
 "فریڈ! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ تو پھر  
 نے کہا۔

"میں نہیں! میں لڑی تو پھر کی تھوڑی سی تکلیف دہان گات  
 فریڈ کا سر ہلا کر بولا۔ "مجھے کہہ دیں کہی ہرمت چاہیے جو

آپ کے چہرہ جنوبی امریکی لگتے تھے؟  
 تو پھر کے چہرے کی رنگت بدل گئی لیکن سنگ ہی حلدی  
 سے بولا۔ "موجود۔۔۔ ضرور۔۔۔ مگر ان میں سے میں تو پھر ہی ہو گیا۔"

"میں آپ کو سمجھاؤ فریدی بولا۔  
 "دو تین لاشیں بن پریشانی کیس میں ہی نہیں؟"  
 "اے۔"

"خیرست آپ کو ابھی چاہیے یا آپ کا کسی پرچہ دیکھ جائے  
 سنگ ہی نے کہا۔

سنگ ہی نے فریدی بولا۔  
 "میں ابھی پیش کرتا ہوں۔ سنگ ہی نے کہا اور ایک  
 بیڑک دروازے کھینچے کے لیے کاغذ نکال کر اس پر پینل سے  
 کھینچنے لگا۔  
 دیکھ کر آپ کو ایک جنوبی امریکی کا خیال کیسے آیا تو پھر

نے فریدی سے پوچھا۔  
 "نیل کیسوں کی کیا چیز؟ فریدی نے بے پروائی سے جواب  
 دیا اور سنگ ہی کھینچے ہوئے کمرے سے ٹھوسے لگا پیرے چہرے  
 پر ہنس کے اشارہ کیا تو کہہ گیا۔

"کیا وہ نیل کیس؟ وہ تو میری کچھ ہی میں نہیں آتی۔"  
 "نیل کیس؟" فریدی نے تیار ہو گئی۔  
 تو پھر تو کھینچ کر اپنے شک پہنچا۔ پیریاں چہرے لگا۔  
 سنگ ہی نے کاغذ فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں

کے پتے میں نہیں لکھے ان کے پتے مجھے معلوم ہی نہیں۔  
 فریدی نے کاغذ سنگ ہی کے ہاتھ سے لے کر اس پر  
 ایک آئینہ سی نظر ڈالی پھر اس کے کمرے کیس میں رکھا۔  
 آپ نہاں لوگوں کی ہرمت کیوں لی ہے؟ تو پھر

نے پوچھا۔  
 "ان میں سے پوچھوں گا کہ جنوبی امریکی میں کون سا  
 کارنامہ انجام دے کر آئے ہیں۔"  
 "اور وہ؟" فریدی نے عرض کر سکتا ہے۔ سنگ ہی نے

سینے پر ہاتھ رکھ کر کہنے ہوئے کہا۔  
 "لیکن حقیقت کی ہوا میں نہ گئے دو گئے۔ فریدی طنز پر  
 انداز میں مسکرایا۔

"آپ کو تعین کرنا بہت مشکل کام ہے۔ سنگ ہی بولا۔  
 انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "اچھا میں کچھ نہ کہوں گا۔"  
 "پلیس جیسے براہ برائیاں کر رہی ہے۔ تو پھر بڑبڑایا۔

"میری کچھ ہی نہیں! آئینوں کو ان بات چھپا کر ہوا۔"  
 "خیر کوئی سب شیک ہو جائے گا۔ فریدی اٹھ ہوا۔  
 وہ اور حیدر دروازے کی طرف بڑھے۔ ان کے پیچھے سنگ  
 اور تو پھر بھی تھے۔

اچانک فریدی دروازے پر ٹک کر ان کی طرف مڑا۔  
 "میں صرف تین گھنٹوں کے پتے لکھے ہیں۔ اس نے  
 سنگ ہی سے کہا۔ وہی تینوں چہرے لکھے۔  
 "جی ہاں۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ آپ ان کے موجودہ

پتے سے تو واقف ہی ہوں گے۔  
 اس کے خواب میں فریدی نے کچھ بھی کیا وہ قطعی غیر متوقع  
 تھا۔ اس نے سنگ ہی کے کمرے میں اس زور کا چٹا مارا کہ وہاں  
 قدم لگھڑانے کے بعد فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

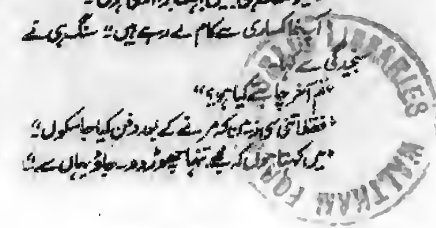
"کیا انورس ہے؟ تو پھر کچھ کر آگے بڑھا۔  
 فریدی نے آئی ہے پرانی سے حیدر کے شانے پر ہاتھ رکھ  
 کر پہلے کا اشارہ کیا جیسے اس کے کانوں تک تو پھر کا نوکر پہنچتی  
 نہ ہو۔

وہ دونوں چلے گئے۔ تو پھر اس طرح چنگاڑا ہوا تھا جیسے  
 اچانک پاگل ہو گیا ہو۔  
 سنگ ہی جیسے سے رومال نکال کر تھپتھپاتے ہوئے  
 گال کو صاف کرتا ہوا ہوا۔

ہمشش شش! اسٹری تھا۔ حیدر نے کی ضرورت نہیں۔  
 فریدی تو پھر اسٹری آدمی ہے۔ مجھے کمرہ انتہائی ذلیل آدمیوں کے  
 ہاتھوں پہنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔  
 تو پھر اسے غیر آئینہ نظروں سے گھومنے لگا۔

فریدی کی کیدی لاک بھری پڑی سرکوس سے گزری تھی۔  
 "خیر! کچھ سے کوہارنے سے کیا فائدہ ہوا؟ حیدر بولا۔  
 "اسے تم کچھ کہہ رہے ہو؟ فریدی اسے نظر شانے  
 بغیر بولا۔ "تم اسے نہیں جانتے۔" لیاس اس خبر میں کوٹھا دیکھی ہے  
 جو اس طرح میرا معنی لڑنے کی کوشش کر سکتے۔ اس کی ہرمت  
 میرے لیے ایک کھٹا ہوا پیچ ہے اور تو پھر۔۔۔ تم جانتے ہی ہو  
 کہ میں تھپتھپا مارتا ہوں۔"

"اس کا نام کیا ہے؟ میں نے شاید اسے پہلے پہل دیکھا ہے۔"  
 "سنگ ہی ایک حلاوتی اور غلامی ہے۔ اس کا نمبر کا  
 سازشی اور دھوکہ، موجودہ میں حکومت کے خلاف اس نے ایک







کلاس کا دفتر پر لڑکھ کر جب سے پس نکلا پھر چند ہی منٹ بعد حیدر نے اسے دھمکے گا کہ سے باہر جاتے دیکھا۔ پھر کئی اپنی بھی باہر نکلی گیا۔

حیدر دروازے کی طرف نکلا۔ وہ دونوں کافی فاصلے پر آگے چلے جاتے تھے۔ کیا ڈنڈے سے باہر ہو سکتے ہیں ایک ایک ہی میں بیٹھ گیا۔ جیسے کسی کی جیسی کچھ دیر نکل گئی تو وہ غیر ملکی ہی جیٹس کا ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

مادہ کو فریدی کی کیدی رک پر نکل کے کچھ لمحوں میں موجود تھی۔ لیکن حیدر نے بھی ٹیکسی ہی مناسب تھی۔ تینوں ٹیکسیاں حضور سے حضور سے غلطے پر تھیں۔ گیلوہ نکل چکے تھے اس لیے سرکوں پر نہ نکل سکا۔ کاندھوں کو بھی کچھ ہوا تھا۔ حیدر کو فتنہ جاری رکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ تقریباً آدھ گھنٹے بعد سڑک پر کسی کی ٹیکسی میں بیٹھ کر نکل گیا اور سڑک پر ہی آکر ایک ٹیکسی کی میں ٹھہر گیا۔ پھر وہاں سے غیر ملکی کی ٹیکسی میں چلا گیا۔ وہ کچھ گئی اور وہ بھی آکر کسی کی ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ اس میں بہت اندھا تھا۔ حیدر نے سوچا کہ حیدر سے تاریک نکال سے کچھ دیر سے مناسب سمجھ کر لیں۔ یہ دیر سے میں چلتا رہا۔

دو دن اس نے ایک ٹیکسی کی کوڑھنی اور دوسری کی کوڑھنی سے کے گرنے کی آواز آئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کوئی حضور کو کھا کر گرا جو لیکن پھر ایسا جان پر جیسے گرنے والا آواز کی کوب کے عالم میں آواز پر رنج رہا۔ حیدر تیزی سے آگے کی طرف چھٹا۔ اس نے تاریک روشن کی تھی اور دوسرے کا تھا پھر اچانک اسے رک جانا پڑا۔

سگ کی آواز آتے کہنے والا غیر ملکی زمین پر چرت پڑا تھا۔ اور اس کے سینے میں ٹھیک دل کے مقام پر ایک بہت بڑا خنجر چوست تھا۔

حیدر اچانک کے لیے بلاش پر چھکا۔ پھر ہکا بھکا ہو کر بے تحاشا آگے کی طرف دوڑنے لگا۔ شاید وہ سگ کی کولرانا چاہتا تھا۔ سگ کے دھڑکن کی آوازیں دھڑکنے لگیں۔ حیدر نے دوڑتی پتلی لگی۔

سگ کی فریب کی کٹی گئی سے نکل کر اسی کی طرف نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ماسک تھی اور پھر اس نے اسی طرف تھیں شروع کی۔ پھر اس نے پتلی سے پتلی ہوا گولہ مارا۔ پھر اس نے ایک قوی گولہ مارا۔ حیدر نے اعلان اور بلاش کو کھینچا ہوا اس

کے قریب لایا۔ پوری کارروائی میں مشکل سے ایک منٹ لگا چکا۔ اس نے گھر کا دھکی بند کر کے پھر ایک طرف کی سانس لی۔ وہ پھر اسی مقام پر لوٹ گیا۔ بالوں سے اس نے بلاش کی تھی۔ یہاں تقریباً دو دن کے گھر سے ہی خون پھیلا ہوا تھا۔

سگ کی نے اپنی تپتی لہلی جیسے ہانکے کی نکل لی۔ اس میں سگ سے رنگ نکل گیا تھا۔ اس نے اسے خون پر آٹھ دیا۔ خون پر غرق کر کے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کھولنے لگا ہو۔ سفید رنگ کی کٹی گئی جلیب خور سے ایک آواز نکلا۔ پھر اس میں تحلیل ہوتی جاری تھی۔ سگ نے دیکھتے دیکھتے اسے اس طرح معاند اور شگ ہو گئی۔ جیسے دہان کی کچھ رہا ہو نہ ہو۔ سگ کی نے خالی شیشی جیب میں ڈالی اور بڑے اطمینان سے ڈھلتا ہوا گلی سے سرک پر نکل گیا۔

پھر حضور کی دیر بعد وہ ایک گلیاں تم کے قریب غلے میں دیکھا گیا جہاں وہ پورے نائیک کو اس انداز میں پھیر رہا تھا جیسے وہ اس کا پڑا ہوا شہسار ہو۔

ات کو درون کے حیدر سگ کا فریب کی کوڑھنی پر نکلا تھا۔ اور پھر شیشی جیب دہانہ اس کوڑھنی کاوش ثابت تھی۔ ہوں۔ فریدی کے گھر سے نکلا۔

دو خفیہ سلسلہ میں غلط۔ آخر وہ خون کیا ہو گیا اور وحش کے گور پھیلا ہوا تھا۔ پھر تو اس پر کھانک شادی میں کی غلطی میں نکل آیا ہوں۔

”ہو سکتا ہے کہ تم سے غلطی ہی ہوئی ہو۔ فریدی نے کہا۔“ ان کو ”خیر بولا میں ٹھیک۔ اچھی پر تھا۔ جہاں میں نے لاش دیکھی تھی۔“

”مجھ پر تو شک ہے۔“

”کیوں؟“ حیدر کے لیے یہی حیرت تھی۔

”میں تو نہیں پہنچتا ہی چاہتا ہوں کہ سگ کی کوڑھنی میں پونچھا۔“

”تم کا فہم نہیں ہے۔ اس نے پتلی کی حکومت سے ٹھکانے کی کوڑھنی کی تھی۔ تم خود سوچو کہ ایسا آدمی کن صلاحیتیں کھانک ہو گا۔“

”آخر لاش کیا ہوئی؟“

”تم آج صبح ہی نہیں رکھے؟“ فریدی نے گھر کو بلایا۔

”کیا مطلب؟“

”گھر... کیا گھر سے ہی زبان منہ نکلی جا سکتی ہے۔“

”مگر خبر نشانات کہاں گئے۔ کچھ زمیں کا خون تو دھویا نہیں جا سکتا۔“

”بہتر یہ سمجھو میں ہیں۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا پھر اس نے کہا۔ چلو میں دیکھتا ہوں۔“

حضور کی دیر بعد فریدی کی کیدی لاک بڑی تیز رفتاری سے اس میں پورے کی طرف جاری تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حیدر نے کیدی کوڑھنی اور پھر فریدی کو حضور ہی دیر بعد یہ تسلیم کر لینا پڑا کہ سگ کی نے کسی قسم کا کوئی نشان نہیں چھوڑا۔ کچھ کے دھکیں کو بھی شاید اس نے دھال سے صاف کر دیا تھا۔

لوہر جگہوں کی طرح کمرے میں ٹپل رہا تھا اور ایک طرف دی پٹھان منتری کھڑا تھا۔ اس نے ایک دن قبل سگ کی کے کپڑے پر ملازمت سے بظرف کر دیا تھا۔

”میں جانتا ہوں! پٹھان مجھ سے وفا دار ہوتے ہیں۔“

لوہر نے دقت ترک کر کہا۔

”یہ سگ کی پٹھان میں سے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ہم ملک کے لیے جان دیتے ہیں۔“

”میں کچھ نہیں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔“

”تم تیار ہے مگر تم اس پتلی دلا کر خام کا گردن بے شک توڑ دے گا۔“

”تمہیں رات بھر میرے ساتھ میرے کمرے میں رہنا پڑے گا۔“

”دو شخص کا خون؟“ پٹھان نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”ما صاحب آپ پولیس میں خبر کچھ نہیں دیتا؟“

”نہیں۔ دسے سکتا۔ ایسی ہی بات ہے۔“

”تو کون سے آپ مجھ تک ایک ڈنک کا پانی قیر کرے گا۔“

”گر آپ ہیں جیسا ہے۔ دو دن کو کھر ہے۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”پھر تم کیا کرے گا؟“

”میری حفاظت میری موت کی وقت ہی آسکتی ہے۔“

”اچھا صاحب! مجھ دیکھ کے اگر آپ اس دلا کر خام کے معاملے میں نہیں بولے گا؟“

”میں بولوں گا۔ مجھے منظور ہے۔“

”تب ٹھیک ہے۔“

لوہر کچھ بیٹھنے لگا۔ حضور ہی دیر بعد اس نے کہا۔ اب تم جاؤ۔ ٹھیک سات منٹ کے شام کو آجانا۔ دن کو کچھ کوئی خطرہ نہیں۔ میں اپنی حفاظت خود ہی کر سکتا ہوں۔“

لوہر کچھ اس سال لڑکی سارہ برآمدہ سے مل کر ام کر سی برنم دلا کر پھر لوہر کے صفات الٹ رہی تھی۔ سارہ کافی قبل صورت اور خوش لڑکی تھی۔ لوہر سے بہت زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اچانک کچھ پھر لوہر کے پرے سے کارو سارہ کی ایک تصویر نکل کر فرش پر گر پڑی۔ سارہ اسے اٹھانے کے لیے کھنکھارے پھر اس کی آنکھیں بند سے پتلی ہو گئیں۔ ریا کی لڑکی گندی تصویر تھی کی اگر لوہر اسے اس کے ہاتھ میں دیکھ لیتا تو اس کی شہادت پڑی آجاتی۔ شاید وہ اسے بے دریغ مار بیٹھتا۔

”محمد سارہ کے لیے فاسفی سگ کی کی طرف سے۔“

سارہ کا چہرہ غصے اور شرم سے تھا۔ اس کی سانس پھرتے لگی۔ سگ کی سے اسے بڑی نفرت تھی اور وہ کئی بار لوہر سے کہہ چکی تھی کہ وہ اسے نکال دے۔ اس نے یہ بات بھی سوس کی تھی کہ لوہر اس کی سانس سے کچھ غافل سارہ تباہ

لیکن اس کی دھجج تک اس کی کھینچ نہیں آسکتی تھی۔ اس نے کئی بار لوہر سے بھی اس کے مستحق پوچھا لیکن کوئی فتنہ نہیں ہوا۔ بلکہ اور اب اسے جب سے پولیس والوں نے اس کے گھر کے کچھ کاٹنے شروع کیے تھے اس کی تشویش اور زیادہ بڑھ گئی تھی اور ان تین کوہ پادوں کی کچھ سارا دھوکا اس کے باپ کے ساتھ جنوبی امریکہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک تو اس کو فتنی کے سامنے ہی مارتا تھا۔

وہ یہ بھی شکوک کر رہی تھی کہ لوہر اسے کچھ دنوں کے لیے کوٹھی سے نشانہ چاہتا ہے۔

سگ کی اس کے لیے ایک مقرر تھا۔ وہ اس کے باپ کا ملازم تھا۔ کچھ بھی وہ اس کی توہین تک کر دیتا تھا۔ اس پر لوہر کی خاموشی کو وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھتی تھی کہ وہ سگ کی سے دیتا ہے۔ سائن کریوں کا بابا بڑے سوال اس کے ذہن میں کچھ کے لگا تھا۔

سارہ برآمدہ سے اسے آٹھ کراپے کمرے میں کافی تصویر اس کے ہاتھ میں دینی ہوئی تھی۔ وہ جیتے کچھ سوچتی رہی پھر اس نے کچھ کی تیز پوچھ کر انتہائی غصے کے عالم میں اسے

باب کو ایک خط لکھا۔ خط لکھنے کے بعد نظر ثانی کی اور اسے  
بجائز دیا۔ کچھ دیر سرخ سے بیٹھی اور یہی جھروکھا غدا تھا  
اور پھر صحت آنا لکھا۔

”میری ایک بات اسے بھی برداشت کر لیں گے؟  
اس نے کاغذ کو کر کے قصہ دیکھ کے ساتھ ایک فلسفے  
میں بند کیا اور نوکر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی۔  
”نوکر سر سے کپڑا لٹائی نکلے۔ اس نے نوکر سے کہا۔  
جب نوکر واپس آیا تو اس نے لفافہ اس کے ہاتھ میں  
دے کر کہا: اسے دیکھ کر دیکھو۔  
”اُدھر نوکر لفافہ لے گیا اور دھو دھو باہر نکل کر بیٹا ایک  
کے قریب کھڑی تھی۔  
”میں خود نوکر کو روک دی۔ تم جاؤ۔ سارے دن ڈاکٹر  
سے کہا اور کار میں بیٹھ گئی۔“

”دو تھرا آدمی سر پر پٹا لگا کر درختوں کی آہٹ پر جھک پڑا۔  
”میں صاحب نے دیا ہے۔ نوکر نے لفافہ آتش کی  
طرف بڑھا دیا اور کئی قسم کے جواب کا اشتعال اپنے بازو پر چلا گیا۔  
”دو تھرا لفافہ لٹکا ہوا سب سے پہلے اس کی نظر تصویر  
پر پڑی اور وہ اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کسی کی پیش  
میں آگ لگ گئی ہو۔ تصویر اس کے ہاتھ سے نکل کر دودھ جا  
پڑی۔ وہ اسے پہچانی آنکھوں سے کھڑک رہا تھا پھر اس  
کی نظر ساتھ دوائے کاغذ پر پڑی۔ اس نے جھک کر اسے اٹھایا۔  
تصویر پر دیر لہو لہو پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا۔  
”... کھینے... کھینے...“

اس نے ذرا دیر تکوں کو دیکھا اور نکالا اور بے ستماشا  
جھانک کر اس سے نظر لگا۔  
پھر وہ ایک ایک کمرے میں سنگ کی کو تلاش کرتا پھر  
رہا تھا۔ نوکر اسے اس حال میں دیکھ کر جھمکے کیسی کیفیت  
نہیں پڑی کہ اس سے کچھ پوچھتا۔  
آخر کار اس نے سنگ کی کو پایا بھی لیا۔ وہ ایک کمرے میں  
بیٹھا بیٹھ رہا تھا۔ دو تھرا اسے دیکھتے ہی غار کو دیا۔  
سنگ کی بند روں کی طرف اچھل کر لپڑ پر چڑھ گیا۔ دو تھرا نے  
”دوسرا کڑا لیا لیکن اس بار پھر وہ جھک گیا۔ سنگ ہی نے  
میرے ساتھ چلا لگ لگائی اور اس بار وہ تھری طرح دو تھری آیا۔  
نہتے سے پہلے ہی دو تھری قوت سب کر گئی تھی۔ روٹا اور اس

کے ہاتھ سے نکل گیا۔  
”کیا باگھی ہو گئے ہو؟“ سنگ ہی غرا لیا۔ اس نے روٹا کو  
زیر حجب میں ڈال لیا تھا سب اس نے باہر کھڑے ہوئے نوکر کو  
کوئی نشانہ جاؤ۔ ایسا نکال کر دیا۔  
”نوکر کھینچے۔ سنگ ہی نے دو تھرا کو ایک آرام کر سی میں  
دیکھتے ہوئے کہا: اگر میں مجا تا تو...؟“  
”شہد کے پٹے میں تھے جہر حال میں مار ڈالوں گا تو کھینچا۔  
”آخر اس شعلہ کی وجہ؟“  
”وجہ پوچھنا ہے، غیرت یا اس میں ہے کہ جلد سے جلد  
کوئی خالی کر دے۔“  
”لیکن میرے کوئی خالی کر دے ہی تمہارا دم روح سے  
خالی ہو جائے گا۔“  
”میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔“

”تو ہم سے ہو جاؤ۔ سنگ ہی نے بے پروائی سے کہا  
اور میری کوئی آنکھ کو روٹوں سے نکالی۔  
”ایسی ہی اتنی جرات ہو گئی کہ سارے کو ایسی تصویر بھیجے۔“  
”اُدھر تو یہ کہو۔“ سنگ ہی جھجکی سے لولا۔ مگر ستر  
دو تھرا نے بڑے گھٹا آدمی معلوم ہوتے ہوئے اتنی سی بات  
پر گولی جھونکنے لگے۔  
”ارے او ذیل گئے! یہ خدا سی بات ہے۔“ دو تھرا خلق  
کے بل چنچا۔  
”میں تو یہی سمجھتا ہوں۔ سنگ ہی نے کہا۔ سارہ کافی  
تھکا اور سہ۔ تنہی سی تھی تو نہیں کس تصویر کو نہ تھک سکے۔“  
”ایسے کیا تو پاگل؟ کیا ہے۔“ دو تھرا اپنا سر تپا ہوا لولا۔  
”دیکھ کے ہرگز بے کوئی کو لوگ باگ لکھتے ہیں۔ اگر میری  
کوئی بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی اس قسم کی تسلیم دیتا۔“  
”خدا تھے غارت کرے ذلیل۔“

”تم بڑے تنگ فہم معلوم ہوتے ہو ستر تو تھرا میں تو  
کھبت تھا کہ دنیا کے سارے درخت آدمی میری طرح کو ذلیل  
ہوں گے مگر میں تم فطرت و عقل جو میری طرح حرامی ہیں۔“  
”تم سے بچا ہوا بڑے کے لیے اب دوسری صورت  
اختیار کروں گا خواہ مجھے چاہی ہی کیوں نہ ہو جلد سے۔“  
”تو اب تم اتنی ہی بات پر پولیس سے ملنا بڑا دھمکے۔“  
”سنگ ہی تلخ سی آنکھوں سے ساتھ لولا۔  
”میں سب کچھ بتا دوں گا۔“

”میں اپنے ہاتھ سے اپنے گمے میں پھنسا ڈالوں گے۔ وہ بھی  
اس نے کہیں نے ہماری کو تو جہر کار رہنا چاہا تھا لیکن کیا  
تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اس صورت میں محفوظ ہو جائے گی۔ کیا تم  
سنگ ہی کی قوتوں سے واقف نہیں ہو۔ ابھی تک تو یہ شخص  
مذاق تھا ستر تو تھرا لیکن حالت ہو اس صورت میں کیا ہو گا؟  
اس مسئلہ تو ابھی تک وہی ہو رہا ہے جو سنگ ہی نے چاہا ہے۔“  
”آج تھے کوئی خالی ہی کرنی ہوگی۔“  
”مسئلہ کچھ نہ ہو۔ ایک گلاس ٹھنڈا پانی پڑا اور دیر سوچ  
کو خدا کا شکر ادا کر دو کہ سنگ ہی نے تمہیں اس وقت نہ تھکا دیا ہوگا۔“  
”میں اسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔“  
”لوگوں ساڑھ پڑھ کر دے گے، خوشی زیادہ تکلیف دہ نہیں  
ہوتی۔ سنگ ہی مسکرا کر لولا۔  
”دو تھرا غصہ سے تپا بڑھا کہ اس پر شرمیلی ہوا گئی۔  
سنگ ہی نے اس کے سر پر ستراب کے پھینکے دیے  
اور باورلوں کی طرح ڈھما بڑھنے لگا۔“

سارہ منہ ہمید کی خوب سیر پر تھی مگر سنگ ہی کے دانے  
کڑی تھی اور کمر بوز پوش چپانے کی کوشش کر رہا تھا اب ایک  
حمید نے کتاب سے نظروں ہٹائیں اور کمرے کو ایک لات جھانکا  
ہوا لولا۔  
”ایسے میرے فوٹر کھینچتے ہیں۔“  
”کمرے نے پیش کو اس کی طرف دیکھا۔ دو چار پڑے پڑے چپانے  
اور پھر اپنے خنجر میں لگ گیا۔  
”میں سننا: حمید جھلا کر اٹھا اور اس کی پچھلی ٹانگیں  
پیر کو کھینچتا ہوا پھر پھینک دیا۔ پھر اسے اپنے کمرے میں واپس  
آئے دو تھرا نے سینہ کر کے ہونکے گایک نوکر نے آکر ان کے  
نیل لایا چنا شروع کر دیا۔

”بڑے صاحب! دو فرما رہے ہیں۔“  
”اُس نے جاکر کمرے کی خوشی ہوئی۔ روزانہ اسی وقت یا  
فرمایا کریں۔“  
”نوکر چپ چاپ کھڑا رہا۔  
”ایسے جھانک۔“ حمید اسے دیکھا دیکھا کر لولا۔  
”کیا کہہ دوں۔“  
”میں تو تھری کو تھری میں اس کی لڑکی کے دوست کی حیثیت  
سے قیام کروں گے۔“  
”جھلا اس کی لڑکی مجھے اپنا دوست کیوں تسلیم کرنے لگی؟“

پڑھتی شروع کر دی۔ یہ کوئی رومانی ناول تھا حالانکہ اسے اردو  
کے رومانی ناول پڑھ کر ہرگز ہرگز نہ کوئی تھی لیکن پھر بھی وہ اپنے  
میں آتا تھا۔

”تھری دیر لہو لہو داری میں قہموں کی آہٹ سننا  
دی اور فریدی جھلا کر پوچھے۔ میں داخل ہوا حمید بدستور ناول  
پر نظر میں جمے رہا۔ فریدی نے کمرے کے بائیں میں کھڑک داری  
اور حمید چیخ کر اچھل پڑا پھر فریدی کی طرف دیکھ کر کھسکی ہنسی  
ہنستا ہوا لولا۔  
”لا حول ولا قوۃ آپ ہیں! میں سمجھا تھا کہ بڑا ہے۔“  
”میں نے نہیں بلوایا تھا۔“  
”اور لیکن مجھے اطلاع نہیں ملی۔“  
”کیا کس نہ رہا! مجھے یہ حرکتیں پسند نہیں۔“  
”قسم ہے لیجئے کسی نے اطلاع نہیں دی۔“  
”غیر! نہیں آیا تھا۔“

”آیا تو تھرا حمید نے مصروفیت سے کہا لیکن اس نے  
یہ ہرگز نہیں کہا کہ آپ مجھے بلارہے ہیں۔ اس نے یہ کہا تھا کہ  
آپ مجھے بلو کر رہے ہیں۔ اس پر میں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔  
ارے کوئی ایسی بات تو ہے جو میں یاد کرتا ہے۔“  
”میں چائنا مار ڈالوں گا۔“ فریدی جھلا گیا۔  
”آپ کا جینا فریدی جھلک میری کھنچ میں نہ سکا۔ حمید نے  
غم زدہ آواز میں کہا: کبھی یاد کروں گے اور کبھی مارنے کی دھمکی  
دیں گے۔ ایسی تو سٹر کی ہی مجھ پر نہ رہی ہوگی۔“  
فریدی نے اس کا کان پیر کر کر سی سے اٹھا دیا۔  
حمید ایک ہی سی پٹیاؤں کے ساتھ اٹھنے لگا۔  
”میں نہیں جانے کے کوڑوں میں نہیں ہوں۔ اس نے  
جھلا کر کہا۔

”کیا اس کی کبھی میں چلوں گے۔ جہاں دو لڑکیاں  
تمہارا منتظر کر رہی ہیں۔“  
”آپ نے خواب دیکھا ہو گا۔“ حمید نے بڑا سائنہ بنا کر کہا۔  
”آج کل مومح ایسا خواب ہے کہ کوئی لڑکی میری پردہ نہیں کرتی۔“  
”مگر نہ کروں میں تمہارے لیے انتظام کر لیا ہے۔“  
”کیا مطلب۔“  
”تم تو تھری کو تھری میں اس کی لڑکی کے دوست کی حیثیت  
سے قیام کروں گے۔“  
”جھلا اس کی لڑکی مجھے اپنا دوست کیوں تسلیم کرنے لگی؟“

مکھ کے گئی ہیں، اسی کو درخواست پر گھر بنا ہوں؟  
 "مشا پاد باقی کر رہے ہیں؟"  
 "نہیں میں شک کہہ رہا ہوں۔ سنگ جی سے وہاں اس کا  
 باپ وہاں بہت زیادہ خلاف ہیں۔"  
 "سنگ جی سے خلاف ہیں؟" "حمید کے لیے یہی صورت تھی۔  
 "بلکہ وہ بظاہر تو دھڑکاؤ کو کہہ رہے لیکن اصلیت خلاف ہیں۔  
 "یہ اخیال ہے کہ وہ کوئی بڑا کھیل کر رہا ہے۔"  
 "لیکن وہ جنوبی امریکہ کے ایک سارہ باشندہ ہے۔"  
 "وہ بھی اپنی بڑی مال حقیقت ہیں۔"  
 "آخر آپ شک سے کیوں نہیں جلتے؟"  
 "میں کچھ بڑے بڑے کوئی بات نہیں کرتا۔ فی الحال میں  
 صرف سنگ جی اور دھڑکاؤ کے تعلقات کے متعلق چھان بین  
 کرتی ہوں۔"  
 "اودہ وہ نئی ٹیکر ایک نے کہا تھا کہ وہ جنوبی امریکہ کی کسی  
 قدیم قوم سے تعلق رکھتی ہے۔"  
 "قدیم نسل سے؟" "فریدی نے تصدیق کی۔ طریقہ کار سے  
 شاید وہ واقعہ نہیں چلے گا۔ ایک بستی کی بنیاد پر میں نے اودہ کی  
 جانی ہے۔ سارے والا اپنے شکار کے جہاز پر اس انداز سے اسے  
 ملتا ہے کہ اس کی کھال بچھ جاتی ہے۔ اودہ ہر جسم میں سہولت  
 کو جانتا ہے۔ یہ بھی گھر داخل ہونے کی چوڑی سے کی جاتی ہے۔  
 "انسان ہوتا ہے؟"  
 "میرے خدار! حمید نے کہا۔ آپ طریقہ کار سے واقف  
 ہیں۔ اس کے باوجود بھی لوگ ابھی تک اندھیرے میں ہیں۔  
 "سنگ جی، میں اس بات کو شہر نہیں کرنا چاہتا۔  
 لوگوں کو اندھیرے میں لے کر رہتے دو۔"  
 "کچھ دیر تک خاموش رہی پھر حمید نے پوچھا۔  
 "ان تین مرنے والوں کے علاوہ اور لوگ بھی تو دھڑکاؤ کے  
 ساتھ جنوبی امریکہ گئے تھے؟"  
 "میں گئے تو تھے اور میں ان میں سے ایک سے مل  
 بھی چکا ہوں۔"  
 "تو انہوں نے بھی کوئی خاص بات نہیں بتائی؟"  
 "جانتا ہے؟" "فریدی طویل سانس لے کر لانا دھڑکاؤ  
 مرنے والے تو دھڑکاؤ تھا کہ وہ ایک مقامی کوہ پیک کے ساتھ ایلیوم  
 کی چوٹی پر پہنچ گئے تھے۔"  
 "لوکی ایلیوم کی چوٹی پر پہنچنے ہی کی وجہ سے ان کی مرث

واقع ہوئی؟"  
 "جی ہاں۔ اگر تم باقاعدہ اخبار پڑھتے ہو تو اس  
 قسم کا سوال بھی نہ کرتے۔ فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔  
 "انہا سے کیا مطلب؟"  
 "مطلب یہ کہ دھڑکاؤ نے اپنی نئے ایلیوم کی چوٹی سر کرنے  
 کے علاوہ اور کون سا کارنامہ انجام دیا تھا؟"  
 "مجھے اس قسم کی چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔" حمید  
 ہر دھڑکاؤ کو لانا دھڑکاؤ۔ "ہو نہ ہو، اگر وہ کسی پہاڑ  
 کی چوٹی پر اودہ سہ پہر میں چوٹی کی طرف بڑھا۔ کیا غوریت ہے۔  
 اسے اس میں کیا دھڑکاؤ؟ بہادر فریدی کو سب سے کچھ شرم  
 پر کسی صورت کی چوٹی پر اپنی اور اپنے سر کا ایک بال بھی کم کیے بغیر  
 صاف نکل گئے۔ پہاڑ کی چوٹی۔ "ہو نہ ہو۔"  
 "دھڑکاؤ اور مردوں کے مشاغل میں بڑا فرق ہو سکتا ہے۔"  
 فریدی بولا۔ "خیر میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ایلیوم کی چوٹی  
 پر ایک پانچ سو سال پرانی لاش دریافت کی تھی۔"  
 "پانچ سو سال پرانی لاش؟" "حمید نے حیرت سے کہا۔  
 "ہاں، انکسٹن کی ایک بارہ سالہ لاش کی لاش۔"  
 جس کے باپ کی حکومت اب سے پانچ سو سال پہلے چلی اور  
 کے درباری علاقے یعنی اودہ اسپین کے ایک محل اور فرانسکو  
 ہزاروں سال کا تختہ لاش دیا تھا۔ شادی جاناؤں کے بہت سے  
 افراد افراتفری میں اودہ دھڑکاؤ لگے۔ انہی میں۔ شہزادی جی  
 تھی جس نے ایلیوم پہاڑ کی ایک زیارت گاہ میں پناہ لی اور  
 وہیں اس کی مصروفیت بھی واقع ہوئی۔ بہر حال وہ کبھی نہیں ہوتی  
 کے اندر اس طرح پہنچی ہوئی تھی جیسے مذکورہ افراد مرث سے  
 نکلتے تھے۔ بعد ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے مرث سے مرث ہونے  
 ایک گھٹنے سے زیادہ نہ گزرا ہو۔  
 "حمید حیرت سے فریدی کے چہرے پر غور کرتے ہوئے۔  
 "آپ کسی حیرت منہ مصحف کی تصدیق کا ذکر کر رہے تھے؟"  
 "ہاں، اس نے اب سے پانچ سو سال پہلے جنوبی امریکہ  
 کا سفر کیا تھا اور وہاں اسے اس شہزادی کے فرماؤ پر اودہ  
 شادی تھی، اودہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ شہزادی ایلیوم کی چوٹی  
 پر اب بھی موجود ہے۔ اس سفر میں بہت سے گھبراہٹیں  
 کو تفصیل میرے ذہن میں نہیں ہے۔ بہر حال یہی کہیوں کے  
 متعلق بھی میں نے اسی میں شہادت ہے۔ فرانسکو ہزاروں کی  
 فوج کے خلاف استعمال کیا گیا تھا۔"

"لوکی یہ غریبی کو دھڑکاؤ نے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں  
 کہ انہوں نے وہ لاش وہاں سے کیوں نکالی؟"  
 "ہو سکتا ہے؟" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "حمید  
 صاحب اس کتاب کو لانا ہی چاہتے۔ اس میں کچھ اور کچھ  
 "مختصر کردہ گراں گراں وہ لاش کہاں ہے؟"  
 "وہ تو اسی وقت وہاں کی حکومت کی تحویل میں رہے  
 ہی گئی تھی۔ ایک دوسری بات، ایلیوم کی چوٹی صرف سولہ ہزار  
 فٹ بلند ہے۔ اسے یہاں کے پہاڑوں کی کئی اس سے بھی بلند  
 چوٹیاں ابھی تک فتح نہیں ہوئیں۔ آخر وہ دھڑکاؤ صرف سولہ ہزار  
 فٹ بلند ہوئی کے لیے اتنا لمبا سفر کیوں کیا ہو؟ ایسا یہ شوق  
 یہاں بھی پورا کر سکتا تھا۔"  
 "میں سب اس لاش کے لیے؟" حمید بولا۔  
 "لیکن وہ دھڑکاؤ نے یہاں دیا تھا کہ لاش اسے اتفاقاً  
 ملی تھی۔ اسے چاہیے کہ اس کا نام نہیں تھا۔"  
 "مختصر معاملہ واقعی دلچسپ ہے۔" حمید نے معنی خیز  
 انداز میں سر ہلایا۔

تصور روئے دینے کے بعد یہ دھڑکاؤ شہزادی کے مارے  
 اپنی لڑکی سے کرتے لگے تھا۔ بہت کچھ سوچ کر بار کر کے  
 انداز سے اسے ایک خط لکھا اور اس میں جو شخص ظاہر کی کر  
 وہ کچھ دنوں کے لیے باہر چلی جائے اور سنگ جی سے کسی  
 صورت میں جھنگار ایل کے ساتھ جب وہ تھک کر واپس جائے۔  
 اس کے جواب میں سارہ نے اسے لکھا کہ وہ فی الحال  
 کہیں نہیں جاسکتی کیونکہ اس کا ایک کلاس فیلو کچھ دنوں کے  
 لیے اس کے ساتھ قیام کرنے کی غرض سے آ رہا ہے۔  
 اس نئی اطلاع پر دھڑکاؤ نے غور کر لیا۔ وہ نہیں  
 چاہتا تھا کہ وہاں کوئی ایسی اس کو بھی میں قیام کرے۔  
 آخر اسے سارہ سے دو دو گفتگو کرنی ہی پڑی۔  
 "حالات ایسے نہیں ہیں کہ کچھ کل کوئی غیر یہاں قیام کر  
 سکے؟" دھڑکاؤ نے کہا۔  
 "دیکھ حالات؟" آخر آپ جیسے جانتے کیوں نہیں؟"  
 "یہ مدت پوچھو۔ میں ایک مشکل میں چھن گیا ہوں اور  
 میں خود ہی حالات پر قابو پانا چاہتا ہوں۔"  
 "یہ کیا بات ہے۔ سنگ جی آپ کو کتابی کی طرف  
 لے جا رہا ہے؟"

"میں بہت جلد اس سے کچھ کارپالوں گا۔"  
 "لیکن میرا یہاں ضرور آئے گا۔"  
 "خدا نہ کر دے۔"  
 "مجبوری ہے۔ اسے کس طرح لانا جاسکتا ہے جب کہ  
 میں خود اسے دھڑکاؤ کی چوٹی پر  
 "سنگ جی خواہ مخواہ سنگ کرے گا۔ دھڑکاؤ نے بے بسی  
 سے کہا۔  
 "سنگ جی، سنگ جی، سارہ جیلا کر ملی ہیں اس  
 سوز کے پچھے سے نہیں ڈرتی۔ اگر ضرورت پڑی تو میں اس کی  
 کھوپڑی میں ایک دوش سہارا دوں گی۔"  
 "آہستہ بلوٹو تو دھڑکاؤ غور کر دیکھو کہ مضر یا نہ انداز  
 میں بولا۔  
 "ڈیڈی،" کہیں میں تمہارے ساتھ کوئی کارپال نہ کر  
 بیٹھوں۔ سارہ بھیر گئی۔ تم میری کپڑی تو دھڑکاؤ جس کے نام  
 سے لوگ کرتے تھے۔"  
 "وقت کی بات ہے بی بی۔" سنگ جی نے کرے میں داخل  
 ہو کر کہا۔ تم اپنے پہلی کو دھڑکاؤ۔ کہیں کی ذہنی حالت  
 مضحک نہیں ہے۔ وہ سنگ جی کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جب کہ  
 سنگ جی ان کی حفاظت کر رہا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو یہی ٹیکر  
 کے چوتھے شکار ہی ہوتے۔"  
 "تم بغیر اجازت میرے کرے میں کیوں گئے؟" سارہ  
 بیچ کر بولی۔  
 "مجھے انہوں سے۔" سنگ جی نے کہا اور اپنے قدموں  
 چلتا ہوا دروازے سے نکل گیا پھر اس نے دھڑکاؤ کہا کیا میں  
 اندر آ سکتا ہوں؟"  
 "میں؟" سارہ حلق کے بل چنچی۔  
 "بہت بہتر۔ سنگ جی بیٹے پر ہاتھ رکھ کر کھجکا اور وہاں  
 نہ چلا گیا۔  
 "ڈیڈی... جادو تم بھی؟" سارہ دھڑکاؤ کو دروازے کی لہج  
 دھکیلتی ہوئی بولی۔  
 "دھڑکاؤ چپ چاپ کرے سے چلا گیا۔ راہدار کے سرے  
 پر شاید سنگ جی اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے دھڑکاؤ کو  
 سے اور کچھ گھبراہٹ کر دیکھا۔  
 "لوکی سے اس قسم کی گفتگو کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"  
 اس نے کہا۔



ہم نے سوچا کہ جسے تم شک کردے لاہور نے بھی  
ہوئی آواز میں کہا۔  
”کتنا بے باک ہو جائے تو اسے گولی مار دینی چاہیے۔“  
سگ تھوڑے سے بڑھ گیا۔

ہے مجھیں۔  
 تو کہ سامان کے کہ دوسری طرف چلا گیا اور وہ دونوں  
 اسامی پر آئے وہاں کو تھرا اور سنگ پی خاموش بیٹھے ایک  
 دوسرے کو کہی انکھوں سے دیکھ لیتے تھے۔

کے بعد سے پھر اس نے ادھر کا رخ نہیں کیا۔ غالباً وہ معاملات کی ترقی کو ہی پسند کیا ہے۔

ہندوستان میں پیدا ہوئے اور اسی ملک میں ہی ان کی تعلیم ہوئی۔ ان کے والدین نے ان کو تعلیم دینے کے لئے ان کو اپنے وطن بھیجا۔ ان کے والدین نے ان کو تعلیم دینے کے لئے ان کو اپنے وطن بھیجا۔



”بیچو“ فریدی نے کندی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ عورت نے تپکی کی۔ فریدی بھی اس کے برابر بیٹھ گیا اور کیدی چل پڑی۔

”میں تمہارے کا دل کے متعلق پوچھ چکے نہ کروں گا“ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

عورت کچھ نہ بولی، اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار بدستور ظاہر رہے۔

”تم سنگ ہی کوکب سے جانتی ہو؟“

”دو سال سے“

”اس وقت اس کے کاشتکار ہوئی ہے“

”کچھ نہیں۔ اور اچھری“

”غیر متبادر، لیکن اگر کچھ کل میں کوئی غیر ملکی قتل کر دیا گیا تو میں تم سے ضرور جواب طلب کروں گا“

”جی“ عورت کا منہ حیرت سے کھل گیا اور اس کی کھولتے فون جھانکے لگا۔

”ہاں، میں شک کہہ رہی ہوں“

”ہوئی فادر“ عورت خوف زدہ آواز میں چچی کی گئی

”وہ اسے مار ڈالے گا“

”یہ حرکت بھی اس کے لیے کچھ دشوار نہ ہوگی؟“

”میں نے یہ سوچا وہ فادر اسے کچھ نہیں بتایا، عورت جلدی سے بولی میں کچھ بھی شاید وہ صرف اپنی جھنجھکی کا مظاہر کرے گا“

”جھنجھکی کا مظاہر؟“ فریدی نے حیرت سے کہا۔

”جی ہاں! اس نے کہا تھا کہ وہ اس کی جھنجھکی کو مار دوسا سے بھگایا ہے“

”خوب! لیکن وہ ہے کون؟“

”ایک امریکی لیسٹہ اور بھاری ہجر کم۔ واسنٹ گال پر نیلگوں دھت ہے“

”کیا تم نے اس کا پتا بتا دیا؟“

”جی ہاں! میں نہیں جانتی تھی کو۔۔۔“

”وہ ہے کہاں؟“

”نیواگاہوٹی میں“

”اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟“

”میں نے خیال کیا ہے کہ وہ بالکل تنہا ہے۔ میں نے کوئی چینی لڑکی اس کے ساتھ نہیں دیکھی“

”کوئی مرد؟“

”نہیں میں نے اسے بہت تنہا دیکھا ہے“

”اچھا! اس ملاقات کا تذکرہ سنگ ہی سے نہ کرنا دینا“

”جی جی تم خود تہہ در تہہ کہو میرا ایک آدمی جو مدت تہہ در تہہ کہتا تھا کہ اسے گات“

فریدی نے کندی روک دی اور دھڑکتی۔

”نیا گراہوٹی کی عمارت شہر سے ہر ایک پر فضا تمام پر واقع تھی۔ یہ بہت ہی اونچے قہر کا ہوٹل تھا اور یہاں کو اگر تم تو سدا طبقہ کے لوگوں کی رہائی قریب قریب ناگہی میں دیکھی کی بیسی بڑی تیز رفتاری سے نیا گراہوٹی کی طرف جاری تھی۔ عورت سے گفتگو کرنے کے لئے وہ سیدھا لوہے کی کھنٹی گیا تھا اور وہاں ایسے انتظامات تھے کہ ہر چہرے کی طرف واپس آگیا تھا۔ پہلے اس نے نیا گراہوٹی کے لیے بیٹھ لی۔

رات کے آٹھ بج چکے تھے اور نیا گراہوٹی کا ڈائننگ ہال بھرا ہوا تھا۔ شاید ہی کوئی غیر خالی رہی ہو۔ جیسے ہی سنگ ہی ڈائننگ ہال میں داخل ہوا، ہیڈ میٹر نے اسے بڑھ کر مود مبارکباد کہا۔

”جناب والا! کے لیے ان پر منتظر کیا جا سکتا ہے“

”اوہ شکریہ! ہیڈ میٹر ایک صاحب کی تلاش سے ہیں ان کا نام جیوٹن گا۔ وہ یہیں مقیم ہیں“

”نام بھیل گئے تب تو مشکل ہے اور کوئی خدمت“

”لیکن میں غلطیہ بتا سکتا ہوں۔ آج ہی ملاقات ہوئی تھی۔ امریکن ہیں۔ یہ تہہ در تہہ کہتا تھا کہ وہ اسے کال پر نیلگوں دھت پر تہہ در تہہ اختیار کرنا اور اس کی مسکرت ہٹ سے سنگ ہی کو بچھیں یہ ڈال دیا۔ وہ اس کی مسکرت ہٹ کا مطلب قطعی نہ سمجھ سکا کہ اس مسکرت ہٹ میں کوئی غیر مولیٰ ہے جو جھنجھکی۔

”آپ شاید سرگرمی کو پوچھ رہے ہیں یا خیر؟“

”نہیں کوہا۔“

”ہارڈی! ہارڈی! سنگ ہی سر ہارڈی! بے شک دی! آپ نام یاد کیا“

”وہ تیسری منزل پر کمرہ نمبر چار تھی میں“

”شکریہ بہت“ سنگ ہی نے اس کا ایک نوٹ جیب سے نکال کر اس کی طرف منجھاتے ہوئے کہا۔

”میں جناب! اس کی خدمت میں ہیں میں نے کوئی بڑی

خدمت انجام نہیں دی۔ شکریہ! ہیڈ میٹر دوسری منزل پر گیا۔ سنگ ہی نے ایک حویل سانس لے کر نوٹ کو جیب جیب میں ڈال دیا۔

”لطف تیسری منزل کی دلداری میں رنگ گئی اور سنگ ہی باہر نکل کر چھڑائی کمرے کے کھڑے ہو گیا۔ اس کا دہانہ ہاتھ کوٹھکی جیب میں تھا اور بائیں ہاتھ سے اس نے دروازے پر دستک دی۔

”اچھا! اندر سے آواز آئی۔

”سنگ ہی دروازے کو دھکا دے کر اندر گھسا لیکن اس کے قدم ڈھکڑھکے اور وہاں ہاتھ جیب سے نکل کر بیٹھنے کی کھنٹی بھول گیا۔

”سانے فریدی کھڑا مسکرا رہا تھا۔

”سنگ!“ فریدی نے طنز یہ لہجے میں کہا، ”مجھے افسوس ہے کہ وہ میرے بچنے سے قبل ہی پہلے سے چلا گیا“

”کون! میں نہیں سمجھا“

فریدی نے قہقہہ لگا کر کہا، ”کیا تمہیں ہیڈ میٹر نے نہیں جیسا۔ میں نے ہی اسے ہدایت کی تھی کہ اگر کوئی ہارڈی کو پوچھتا ہوا آئے تو اسے اس کمرے میں بھیج دینا“

”میں کی ہارڈی کو نہیں جانتا۔ چھڑے تو یہ کہا گیا تھا کہ یہ کمرہ خالی ہے“

”خوب مگر تمہارا سامان کہاں ہے؟“

”میں یہاں کوئی سامان نہیں ہوتا“ سنگ ہی نے دروازہ بند کر دیا۔

”خیر چھڑو! سنگ!“ فریدی نے ہاتھ ہاتھ لگا کر کہا۔

”دوست سنا ز فضا میں کھڑی ہو گئی تھی“

”میں ہر طرح حاضر ہوں“ سنگ ہی نے بڑے اطمینان سے ایک آواز کو کسی کی دلدہ ہو کر کہا۔

”کچھ اس بات سے متعلق بتا دو مجھے کہ اس کی زیاں شاگاہ میں ملتی تھی“

”اگر کئی اگر اس کے طے کے احتمال نہ ہو تو میں ساری زندگی اسے گالے رہتا۔ میں نے اسے بھیج بھیج کر پیار کیا تھا۔ وہ لاش تو سلام ہی ہوتی تھی۔ بس ایسا لگتا تھا کہ جیسے ابھی سوئی ہے۔ پانچ سو سال بیت ہوئے ہیں۔ مجھے حیرت ہے۔ اس نے بڑے آسپاہنوں والا سا دل کا لباس پہن رکھا تھا اور چہروں میں ہر لمحہ کھال کے سینڈل تھے اور چاندی

کے زیورات۔ اسے دیکھتے ہی بہت یاد آتی ہے۔ میں نے آج تک ایسی مصیبت اور سیر کی کا اندازہ نہ کر سکی تھی۔

”کون کون سے مردہ ہاتھ ہاتھ کا کاش ہم اسے رت سے نہ لٹاتے اور ہم نے زندگی کے سحر میں بیٹھا“

”مگر سنگ ہی! بچے داستان کے اس ٹکڑے سے بالکل دلچسپی نہیں“

”ہائے کوئل! داستان کا یہی ٹکڑا کوئی مرد کی گال سے سنگ ہی نے آہ بھر کر کہا۔

”یہ بالکل کہیں ہے؟“ فریدی نے سنگ ہی کو کہا۔

”مثال کے طور پر اگر میں تم سے ہارڈی کو پوچھوں تو اس کا نام ہو اس کے متعلق دریافت کرنا شروع کروں تو تم بہت دیر بعد بتاؤ گے کہ وہ تمہاری کھنٹی کو فادر سے بھگایا ہے حالانکہ یہ سو فیصد، جھنجھکی ہوگا“

”سنگ ہی کا منہ حیرت سے کھل گیا لیکن پھر اس نے جلد ہی اپنی حالت پر قابو لیا۔

”میں کسی ہارڈی کو نہیں جانتا“

”نہاں وہ اسے کی کوشش نہ کرو“

”آپ کو یقین ہی نہیں آتا“

”جیسے تو اس پر بھی یقین نہیں کہ وہ لاش اتفاقاً دریافت ہوئی تھی“

”تب کو آپ کی دن میرے وجود سے بھی انکار کر دیں گے“ سنگ ہی مسکرا کر بولا۔

”یہ شک جس دن میرے ریلوے کارڈ تمہاری طرف پہنچ گیا“

”ارے! میرے لیے ریلوے کارڈ سنگ ہی تو کبھی سے ملا جا سکتا ہے“

”خیر!“ فریدی نے پروانی سے بولا۔ ”ایک دم سب کچھ اگل دینے پر مجبور ہوئے“

”میں آپ کے سامنے سب وقت مجبور ہوں اور اب اپنی زندگی سے ایسا تنگ آ گیا ہوں کہ میں دن کو کوشی کروں گا“

”ہو سکتا ہے کوئی دوسرا آپ پر یقین کرے“

”یقین ماننے کی میں ہر قسم سیدہ آدمی ہوں۔ ایک ایسا آدمی جسے ناکر دلتا ہی پر چلا دینا کر دیا گیا۔ بے جا زندگی جواکیم بیکس تھا اور ان دنوں گھوڑی گھوم کر مہمان خانہ کی تعلیمات

کا پرچار کرتا تھا۔

بہت خوب فریدی سکرایا۔

بدنام اتنا بول کر اپنی موجودہ ملازمت پر بھی تو کہہ کر سکتا۔ مجھے کون رکھنا پھر کرے گا۔ لوتھر بڑا غلام ایک ہے۔ دن بھر میں جس پانچ بستر چھوڑنا کوئی بات ہی نہیں۔ جو کچھ بھی وہ کہتا ہے مجھے کرنا پڑتا ہے۔ نہ جانے کس بات پر چند پراسرار غیر کیوں سے دعویٰ مول لے چکا اور اب میری جان ہر وقت سولی پر لٹکتی رہتی ہے۔ انھوں نے اس کے تین آدمیوں کا صفایا بھی کر دیا ہے۔

لیکن دشمن کی دیر ہے۔

غریب سنگ بڑی کیا بتا سکتا ہے۔ وہ تو بس حکم کا غلام ہے۔ تاش کا ایک معمولی تپا ہے لوتھر ایک دن کسی بڑی بازی میں جھونک کر پیشہ کے لیے ختم کر دے گا۔ اچھا سنگ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تم اب جا سکتے ہو۔ فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

سنگ بھی کسی سے اتھڑا کرتا تھا اور اس طرح اُسے قدموں سے چلاتا ہوا کمرے سے نکل گیا اس کی پشت فریدی کی طرف نہ ہو۔ فریدی اس کی اس حرکت کا استہزائیہ انداز بڑی طرح محسوس کرنے کے باوجود بھی خاموش رہا۔

”جی ہاں“۔ یہی ایک ہی لوتھر سے فرید انداز میں کہہ رہا تھا۔ میرے دوا لے ایک بار ہوائی بندوں سے شہر کا شکار کیا تھا۔

لوتھر ہنسنے لگا اور سارے ہی تہقیر لگایا۔ سنگ بھی اس وقت موجود نہیں تھا اس لیے دونوں دل کھل کر ہنسنے لگا رہے تھے اور حیدر نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی کہ لوتھر سنگ بھی کی کو جھڑکی میں پھیر دے گا اس سادہ سادہ اس کا دامن کہیں اور پڑتا ہے اور ہم بھی اور۔ بالکل خالی الذہنی سہما سا انداز۔

”شاید آپ غلط سمجھ گئے ہیں۔ حیدر نے لوتھر سے کہا۔ یہ بظاہر یہ بات اپنی ہے مگر ہاں میں بھی یہی سب باتیں ہی سمجھ رہے ہیں۔ اگر آپ اس اور دلائل کے وسائل نہ ہوتے تو آپ کے خلاف اپنی ہر ذل کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا پانچ سو سال پہلے ہی لاش اور ہتھوڑا تھا۔ لیکن کون کون سا ہتھوڑا ہتھوڑا میں ہر ذل کے ساتھ لاشیں غصہ غارہ سکتے ہیں۔“

نوتھر نے کہا۔

”میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے بھی نہیں ہے ساری دنیا کا پرچس ترجیح دے کر بولنے سے رہا اور میری نظروں میں ایک دوسرا پراسرار واقعہ ہے جو غالباً اسی سلسلے کی کوئی چیز ہے۔ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“ لوتھر کے کان بھرنے ہو گئے۔ آپس کے کچھ بات چیت کی پراسرار موتیں۔ پہلی خبریں۔ حیدر نے کہا اور سارے کو دہاں سے کھٹک جانے کا اشارہ کر کے پھر لوتھر کی طرف دیکھنے لگا۔

”حالات پراسرار اور درہمیں۔“ لوتھر نے کہا۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ان کا تعلق اس لاش سے ہو۔

”نہ ہوگا۔“ حیدر نے بے پروائی سے کہا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ کتنی کیر والا حیرتوں پر کیر کی چیز ہے دہاں کے بعض غیر محبت اور قدیم باشندے اب بھی اس کا احترام کرتے ہیں۔

”یہ کی کیا تم بھی لوتھر کو دگے۔“ سارے حیدر کو بولی۔ ”میں سنگ اچھی ہوں۔ ان تک نہ کہوں۔“

”مجھے تو ایسے معاملات سے بڑی دلچسپی ہے۔“ حیدر نے کہا۔ ”تو بہت ہیں۔“ سارے نے اُٹھتے ہوئے کہا اور بظاہر غصے میں بھی ہوتی باہر نکل گئی۔

حیدر ہنسنے لگا۔ لوتھر بھی جواباً مسکرایا لیکن غصے ہونوں کے پھیلاؤ کو تو مسکراہٹ نہیں کہتے۔ لوتھر کچھ سراسیمہ سا نظر آنے لگا تھا۔

”تم کبھی جانتے ہو؟“ اس نے حیدر کو ٹوٹنے والی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“

”ہاں۔ دراصل یہ کہہ کر مجھے زہروں اور ان کے استعمال کے طریقوں سے بڑی دلچسپی ہے۔“ اس سلسلے میں میں نے لاتعداد باتیں بڑی ہیں۔ میں سنانا کیوں کے متعلق بھی کہیں پڑھا تھا۔ دیکھئے مجھے اس قبیلے کا نام نہیں یاد آ رہا ہے جس کے اقوال اب بھی اس طریقے کو استعمال میں لاتے ہیں۔ شاید یورپ... نہیں یورپ میں... کچھ اس قسم کا نام ہے اس قبیلے کا۔ وہ ٹھیک یاد آ گیا۔۔۔ گوگن قبیلہ۔

”تمہاری معلومات بہت وسیع معلوم ہوتی ہیں۔“ لوتھر نے کہا۔

”میں پڑھنے کا شوق رہے۔“ لوتھر نے کہا۔ ”وہ غلام ٹھہر رہا تھا اور اس کا بیہرہ

سینہ پر لٹکا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ وہاں کے قدیم باشندے آپ کا کس فعل پر غلام ہیں ہو گئے ہیں۔“ حیدر نے کہا۔

”کیا؟“ لوتھر چونک پڑا۔ اس کا انداز میں کچھ سہمی۔ ”کچھ نہیں۔“ حیدر نے کہا۔ ”میرے ذہن میں نہیں ہے کہ کیا ایک نعل تھا۔ آپ نے تو اپنی مخلوق پر چھائی ہو گئی۔“

”نہیں میں نے نہیں پڑھا۔“

”اچھا یہی ہوا میں پڑھا۔ وہ آپ بہت لور ہوئے۔“ اس سے پھر لور محبت آتے کھٹک میری نظروں سے گزرا ہی نہیں۔ اگر آپ کو مزید لور ہونے کی خواہش ہو تو اس کا ناپا مل مقدس جو تازہ در پڑھئے۔ مجھے تو وہ ناپا مل نوٹس کی بجائے کسی مویشی خانے کا نام بھی معلوم پڑتا ہے۔“

لوتھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک انھوں نے ایک تیر تھم کی چیخ سنی اور یہ چیخ سارے کے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

دونوں لوگ کھڑے۔ چند لوگ بائیں بائیں کی طرف بھاگ رہے تھے۔

”جانب ادھر۔“ ایک نوکر نے حاشا چیتنا ہوا بائیں بازو کے دریاں ٹھوں کی طرف بھاگ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں کافی آخر تقریبی ہو گئی۔

لیکن سارے کا کچھ بتا نہیں تھا۔

”میں نے دیکھا تھا۔“ ایک نوکر پتا ہوا کہ وہ دیکھا تھا۔ وہ تین تھے، یہاں اندھیرا تھا اس صاحب برآمدے میں تھے۔

”ارے تو وہ کہاں گئی؟“ لوتھر اسے جھجھوڑ کر بولا۔

”وہ گئے۔“

”وہ کہہ تین اور تم مشد دیکھ رہے؟“

”میں کچھ سمجھا رہی ہوں صاحب۔“

”وہ نوکر جو بائیں بازو کی طرف دوڑا تھا وہاں آیا۔“

”غائب۔“ اسب غائب، وہاں کوئی بھی نہیں۔“ نوکر نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”کیا اب رہے؟“ لوتھر حلق چھڑا کر پوچھا۔

”صاحب وہاں رہ گئے تھے۔“

حیدر دھڑکے بائیں بازو والے کمرے کی طرف دوڑے۔

مگر وہاں بھی سنا تھا۔

حیدر نے قہراً دم جھار لیا۔ ”گوشہ گوشہ دیکھ ڈالا مگر

سارے کہیں نہ ملی اور نہ ہی معلوم ہوا تھا کہ ادھر کوئی آیا۔“

آخر حیدر کو چار دیواری کا گوشہ اجھٹھ دکھائی دیا جو قدر کم جھاڑوں میں چھپا ہوا تھا۔ وہ اس میں سے ہو کر نکلا۔

لوتھر بھی اس کے ساتھ تھا۔

ادھر ایک پتا ہوا سائیل تھا۔ یہاں ایک جگہ کچھ کھڑی کسی کار کے پتھروں کے تازہ نشانات، نے ان پر حقیقت واضح کر دی۔

لوتھر نے تاشا اپنا سر پٹ پٹ کر لگ کر کچھ کچھ گالیاں دے رہا تھا۔

”اس کا اس میں کیا مقصد ہے؟“ حیدر نے حیرت سے پوچھا۔

”وہ یہ چاہے تو خود بھی نہیں ہے۔“

”ارے؟“ لوتھر ہوا میں کھانچا کہ بولا۔ ”میں اُس حرام زادے کی بڑیاں چاہتا ہوں گا۔“

”بہتر یہ ہے کہ آپ پولیس کو فون کیجیے۔“ حیدر نے ملنے دی۔

لوتھر کو بھی میں دایں چلا گیا تھا۔ اُسے پچھڑ پچھڑا رہے۔

”جی ہاں۔“ لوتھر نے گتے پتھڑا اس لیے حیدر نے اُسے کو بھی میں ہی دیکھا تھا کہ کچھ پتھڑا کو دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں کچھ نہیں تھا۔ وہاں کچھ پتھڑا تھا۔

”میں نے تو یہی سمجھا تھا۔“ لوتھر نے حیرت سے کہا۔

”جی ہاں۔“ لوتھر نے کہا۔ ”میں نے تو یہی سمجھا تھا۔“

”جی ہاں۔“ لوتھر نے کہا۔ ”میں نے تو یہی سمجھا تھا۔“

”جی ہاں۔“ لوتھر نے کہا۔ ”میں نے تو یہی سمجھا تھا۔“

”جی ہاں۔“ لوتھر نے کہا۔ ”میں نے تو یہی سمجھا تھا۔“

”جی ہاں۔“ لوتھر نے کہا۔ ”میں نے تو یہی سمجھا تھا۔“

”جی ہاں۔“ لوتھر نے کہا۔ ”میں نے تو یہی سمجھا تھا۔“

کر سکتا ہوں۔  
 دوسری عجیب بات ہے۔ حیدر نے کہا: اس کا تو یہ  
 مطلب ہوا کہ آپ ان لوگوں سے واقف نہیں رہیں گے۔ یہ  
 حرکت کی ہے۔  
 "تم خاموشی سے اپنا کام کرو۔ تمہیں ان معاملات سے  
 سروکار نہ ہونا چاہیے۔" تو سترے تلخ ہنسی میں کہا۔  
 "تمہیں ہرگز خاموشی نہیں رہنا سکتا۔ سدا میری دوست ہے۔"  
 "میری بیٹی ہے۔" تو سترے کچھ کہہ کر بولے۔  
 "اس کے بارے میں کچھ..."  
 خاموش رہا۔

و کہوت سنگ ہی نے کہا : تو رکھ لو کچھ اپنے کی کوشش کرو کہ  
سارہ نے مذاق کیا ہے !  
مگر وہ سوچا کچھ کہے تو پھر اپنی پیشانی پر گھونٹا چھوا  
فطرت دہکتا ہے کہ حالات پر اس امر لڑیں اور یہی کہتا ہے  
کو پولیس کو فوری اطلاع دے جائے !  
سنگ ہی نے ایک لمبلے سانسے کر کر دیا وہ سب میں  
ڈال لیا اور پھر کچھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی میٹرو  
گیا ۔ اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ دیکھ کر وہی سمجھا ۔  
تب تو معاملہ بہت آسان ہو گیا ہے اس نے کہا ۔  
اس کو چرات کو اس کے منہ سے نکلنا شروع ہوا ۔

[illegible]

کاپتا جل گیا۔ یہ کہلاؤں اس نے کیڑی اسٹائنسٹیل اور لے  
ریکس اسٹریٹس کے واسطے پڑھاں دیا۔

❦

تجدید کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ فریدی  
سنے اس کے یہاں آنے کے بعد کہ کوشی کی ٹھکان شہر خارج  
دھ ہے۔

خیر کو کوٹھکے کے دہانے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ جیسے ہی  
وہ سگہی کو سناٹے کے کمر سے سے نکلا جیڑی الجھن اور  
پڑھ جیڑی اسے یقین ہو گیا کہ دونوں سرجوڑ کر اس کے متعلق



لاؤں۔ تم جا کر آدم کرو۔  
مستر تو فخر تھے افسوس ہے۔ "سنگ ہی بولنا ملنا نادر  
میں سر ہلا کر بولا۔ آپ کو کچھ نام مشکل کام ہے۔  
"جو اس وقت کو تو غصے سے دانتا اور وہ ہم کو چپ  
ہو گیا۔

حمید کو سنگ ہی کی ایک ننگ کو حقیقت معلوم ہوئی لیکن  
تو فخر کے ڈانٹنے کے انداز کی بناوٹ نہ چھپ سکی۔  
"میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں اسی وقت یہاں سے چلا  
جاؤں۔ تمہارے بھادر لڑکوں کو انھیں سے سنگ ہی کے  
چہرے پر نظر ڈالی ہیں کہ کسی قسم کے جذباتی تیز کے آثار نہیں  
تھے پھر اس نے جملہ لڑکوں کو دیکھ کر جب تک سارہ واپس نہ آ  
جائے مجھے نہیں رہنا پڑے گا۔  
"ہم نے تو کچھ نہیں کہتا۔ تم میرے یہاں ہو۔ لیکن  
"فخر ہے۔" سنگ ہی نے تو فخر کی بات کاٹ دی۔  
"میرا خیال ہے کہ کوئی صاحب بیٹے کی حاجت تو بہتر ہے۔  
"دونوں نے حمید سے اسے فخر کر دیکھا۔  
"فخر بدعاش ہمارے پیچھے پرستے ہوئے ہیں سنگ ہی  
نے کہا۔

"میں کہتا ہوں پولیس۔۔۔"  
"وہ تو خبیث ہے۔" سنگ ہی نے حمید کی بات کاٹ کر  
کہا۔ لیکن ذرا سوچنے کو اس میں کتنی بدنامی ہے۔ یہ بات اب  
میری کچھ نہیں آتی ہے لیکن تو فخر کا نام بڑا ہے۔ اس کی لڑکی  
کو لوگ اس کی آنکھوں کے سامنے اٹھائے جائیں۔ ارے تو یہ  
... تو یہ۔"  
سنگ ہی اپنا منہ پیٹنے لگا۔  
"چپ رہو حرم زادے۔" تو فخر حلق ہلا کر چلنا  
"حرم زادہ بالکل خبیث کہتا ہے۔ سنگ ہی نے بڑا  
مانے خیر سمجھ کر بیٹے میں کہا۔ مسٹر سبکی، تم خود سوچو، معاملہ  
پولیس کے سامنے ہو۔ اخبارات میں موتی موتی سرخیاں جانی  
جانی کیا اس سے کہیں تو فخر کی ساری شہرت خاک میں  
منزل جاتا ہے۔"

حمید سنگ ہی کی چالی چالی عرش عرش کرنے لگا۔ یہی بہانہ  
تو فخر ہی کر سکتا تھا کہ اس نے وقت نہیں کھینچی۔  
"لیکن وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ حمید نے کہا۔  
"ایک مل کر اس کے سنگ ہی بولا۔ چند پراسرار

ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کپاؤ سے ایک کار نکلی اور ٹرک پر  
رک گئی۔ فریدی کپاؤ کی دوا سے چھٹکارا ملا۔ ایک آدمی اگلی  
سیٹ پر بیٹھا سرگرمی سے دیکھتا تھا اس کا پہرہ اندھیرے میں تھا۔  
پھر کپاؤ نے اس کے اندر سے کئی قدموں کی آہیں سنائی دیں اور  
یہن آدمی باہر آئے۔ ان میں ایک بوڑھا تھا جسے دو آدمی پکڑ  
کر ایک طرف لے جا رہے تھے۔ بوڑھے آدمی کے چہرے پر  
جھوٹے ننگ کی زائری تھی اور وہ بھی کوئی سفید نام ہی معلوم  
ہو نہ تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس میں خود سے ایک  
قدم بھی چلنے کی کست نہ ہو پکڑ کر چلنے والوں میں سے ایک اپنے قد  
اور بھاری جسم والا آدمی تھا۔

فریدی نے انھیں حیرت سے دیکھا۔  
انھوں نے تیار ہونے کو بھی سیٹ پر بٹھا دیا اور خود  
بھی بیٹھ گئے۔ کار چل پڑی۔ فریدی نے یاد دہرائے تیار اپنی  
کپڑی تک آیا۔ اس کے چہروں میں کرب و سول جوئے تھے دروازہ  
قدوں کی آواز سنائے میں دور دور تک پھیلتی۔  
اگلی کار میں نے نہیں پائی تھی کہ اس نے کپڑی اشارت  
کر دی۔ زیادہ تر میں کرب و سول ویران ہو چکی تھیں صرف  
بڑی سرخوں پر حال خال ایک آدمی کا کار یا بات کو چلنے والے ننگ  
نظر آ جاتے تھے اور یہی اتفاق ہی تھا کہ اگلی کار بڑی ہی  
سرخوں پر چڑھی تھی وہ نہ شاید ناقص کلیا نہ ہو تیا۔

دونوں گئے تھے اور حمید ابھی تک جاگ رہا تھا۔ اس  
نے کمر اندہ سے مقلق کر کے بچھا کھول دیا تھا لیکن روشنی تو  
اُسے بہر حال کرنی ہی پڑی تھی۔ اس کی جیب میں مارچ  
اور رول اور موجود تھے اور وہ ہر طرح کے خطرات کا مقابلہ کرنے  
کے لیے ہر طرح تیار تھا۔

اچانک اُسے ایک عجیب طرح کی ٹوکا احساس ہوا اور  
ساتھ ہی ناک اور ہاتھ میں جن میں ہونے لگی۔ بے ساختہ اس  
نے مارچ روشن کر لی۔ دروازے میں کئی کے سوراخ سے سینہ  
رنگ کے دوہری کی پستی کی پکڑ نکل کر خلا میں مل گیا ہی تھی۔  
حمید نے اچھل کر سوراخ پر اپنی رگھڑ دی۔ مارچ اس  
نے بچھا دی تھی۔ بڑی دیر سے اسی قسم کے خطرات کے متعلق  
سوچتے رہنے کے باوجود یہ وہی لکھ لکھا گیا۔ اس نے دروازے  
کو اندر سے متعلق کر لیا تھا اور کئی ہی کے سوراخ سے کوئی جھک

گیس کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ اگر وہ درمیان ہی نکلی  
کے ذریعے داخل کی جا رہی تھی تو سوراخ میں کئی کا گنگناہنگ تھا۔  
اور پھر ہو سکتا ہے دشمن دروازے ہی پر خود ہوا در اپنی  
اسلحہ کو ناکام ہو کر دیکھ کر کوئی دوسرا حرم استعمال کر بیٹھے۔

حمید کی کچھ نہیں آتی کہ اگر بٹھا کدہ کی ٹوکے جتنی گیس  
اندروں داخل ہو چکی تھی اس نے کمرے کی فضا مذکورہ کی تھی اور  
حمید کو سانس لینے میں کئی ہی دشواری تھیں ہورہی تھی جیسے  
وہ کئی پہاڑی چوٹی پر کھڑا ہو۔

اس نے جیب سے کئی نکال کر سوراخ میں گنگنا چائی  
لیکن اس کا پہلا ہی خیال درست نکلا۔ سوراخ میں کوئی چیز  
آ رہی ہوئی تھی۔ کئی نکال کر اس نے پھر سوراخ پر اپنی رگھڑ  
ایک بار پھر اس کا کام لیتے لگا۔ پتا نہیں یہ گیس کا اثر  
تھا یا اس کی گھبراہٹ کا نتیجہ، ذرا ہی سی دیر میں اُسے وہ گمرہ  
کوئی مقبرہ معلوم ہوئے گا پھر اس گھبراہٹ کے دوران میں  
اُسے یاد آیا کہ خبیث دروازے کے اوپر ایک روشنی دان بھی  
سے لیکن کیا وہ اس میں سے نکل سکتا تھا یا نہیں۔ وہ ہرگز  
آنا شادہ نہیں تھا۔ دوسری طرف کی کھڑکی میں سانس نہیں لگی  
ہوئی تھیں۔

حمید بدستور سوراخ پر اپنی رگھڑ رکھتے ہوئے رہا۔ اس کے علاوہ  
اور کبھی کیا سکتا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ دروازے پر تھا اور  
دوسرے سے اس نے رول اور سمجھا لکھا تھا۔ اس نے لیٹھن تھا  
کہ جن تھوڑی دیر بعد اپنی اس حرکت کا نتیجہ معلوم کرنے کے  
لیے ضرور آئے گا۔

حمید کا خیال درست نکلا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے  
راہ داری میں کئی سی آواز سنی۔ غالباً کوئی دے باؤں اسی طرف  
آ رہا تھا۔ وہ دونوں کی آوازیں ٹھیک دروازے کے سامنے رگ  
گٹھ اور پھر وہی آواز دے والا ٹالٹا لٹا رہ گیا لیکن تھوڑی  
ہی دیر بعد دوسری قسم کی آوازیں شروع ہو گئیں۔ ایسا معلوم ہو  
رہا تھا کہ جیسے کوئی دروازے کے تالے کے اسکرود نکالنے کی  
کوشش کر رہا تھا۔

حمید نے سوراخ پر سے اگلی مثال۔ وہ مارچ روشن  
کرنے کی بہت توڑ کر سنا لیکن انداز ہی ہی لگا یا کہ اس سوراخ  
سے گیس نہیں خارج ہو رہی ہے۔  
تالے کے اسکرود بہت احتیاط اور سہولت کے ساتھ نکالے  
جائے رہے تھے۔ تالا چونکہ اندر سے بند تھا اس لیے باہر سے

دروازہ کھولنے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں  
 تھا کہ اس کو یوں نکال کر وہ تالا ہی دروازے سے الگ کر دیا جائے۔  
 ہر دروازہ کھولنے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔

اچانک دو دروں پر اس سنگی سے کھلے۔ حمید کے لطف  
 ہو گیا کوئی آدمی داخل ہوا اور اس نے اہل بیت سے  
 سوچنے لگے کہ یہ ہے اُسے ابی کا مہمان ابی کا پورا اہل بیت ہو۔  
 کمرے میں درستی ہو گئی۔ یہ تھا وہ لالہ ابی حمید۔ وہ حمید  
 کا دلہن خانی دیکھ کر ہنس پڑا۔ اس کے پاس کھڑے کھڑے  
 حمید کے یہ دو نورانی نال اس کے سینے کے طرف اٹھتی ہوئی  
 تھی کہ ان کا یہ وہی سنگ ہی تھا۔ ہرگز نہیں اس وقت  
 اس کا چہرہ ہر خفا سے محفوظ لطف تھا اور اس طرح حمید  
 کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جبکہ کوئی سانپ اپنے منہ کا کواہی  
 میگوں سے سحر کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

[illegible]

تین ذہنین پر جہت پڑا تھا اور سبھی اس کے اور بھائی  
فیدہ خاں کے اپنے بیٹے پر کھوسے مارنے شروع کر دیے۔ مگر بیٹے  
نے ایسا ماہاں مارا کہ اس کے بیٹے کو بچنے سے نکال کر گردن پر  
لہاؤں اور جو جھید کو الیسا محسوس ہوا جیسے وہ اب کبھی زمین  
سے تعلق نہ کرے گا۔ سبھی اس کا کھانا کھونٹ رہا تھا۔

ایمان کے دو حواس میں تبدیلی دو انگلیوں کے ایک ہونے کی بنا پر  
کے دونوں حصوں میں جا نہیں سکتا اور اس لئے ہاتھ کو  
بھینک کے ساتھ دبا دیا جائے۔ اس کے نائن رنگ بھی ایک رنگ  
اندرونی ہونے سے متاثر ہے اور رنگ تبدیلی کی گرفت و توسیل  
گہری۔ حیدر آباد اس کی ایک اور مثال ہے کہ وہ ایک گہری  
منہ سے ہلکی سی کڑواہٹ لگتی۔ دوسرے منہ میں حیدر آباد کے  
پیشے سے لگی کڑواہٹ نہایت ہی پھر جیسا۔ حیدر آباد کی حالت  
دروازے کے برابر ہے جسے یہ حیدر آباد میں پہنچا،  
کے لئے حیدر آباد کا شور مچا دیا۔ یہاں تک منہ تھا۔  
ایک بار پھر اجنبی میں رنگا۔ سنگ تری مرزا حیدر آباد

کافور لگانے جا رہا تھا۔ نوکر بھی جاگ پڑے اور کپڑاؤں پر اسکا  
چھانک بابر سے پیشا جانے لگا۔

اور پھر جب یہ یاد داشت سے اس کو کھلا ہوا ہے کہ عالم  
میں اس کا کسا ہے تو دیا۔ اس کے کپڑے کی دوا کا وہ دوا ہوا  
حق یاد کیا جو اس کا بازو دے کہ اس کے ساتھ تھا۔ وہ  
قدیم جادو میں تختہ چالیا۔ کپڑے کو دیکھا کہ کھولا  
جا رہا تھا۔ پتہ چل گیا کہ وہ کپڑے میں کھستے رہا یہ  
وہی سرکاری آدمی تھے جو کچھ بھی ان کی کرست تھے۔

دوسری صبح حیدر علی گورن کی مائیں کو مار رہا تھا اور فریادیں  
 وہ تو بھلی ہی بات سے گھر سے غائب تھا۔ حیدر علی گورن کی گورن  
 میں تناؤ تھا اور فریادیں سنگ کی کانٹوں میں پھنس رہا تھا۔ وہ اندر  
 ہی اندر کھول رہا تھا اور اس نے تہہ کی لپٹا کر کونٹے سے  
 پیسے روٹے آؤں چھٹانک پگھلا ہوا سیر سنگ جی کی  
 تصویر پر زین آتا دوسرے گا۔

اس کی طبیعت، حتیٰ سیراز بھی سچی گوشت و کھوس نے  
 بالمشق و بیانی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور نہ سمجھ سکی کہ چرا  
 بی۔ دوسرے تفکرات پر، وہ حد سے زیادہ غیور ہو گیا تھا۔  
 اور بار بار یہ سوال اس کے ذہن میں سیرا اٹھاتا تھا کہ آیا سنگ بھی  
 شیشی کی قید کی حیثیت میں ہیں اس کے ساتھ ہی آزاد کرتا؟  
 محمد سوچتا، پاور اس کی گردن میں ناش ہو کر بی۔  
 زون پر، مارنے نہ کرنا اور کچھ ساتھ کھا کر گولن کو کھانے  
 ڈھکے گا، پس، لہذا ناش کر کے کھائے کہ بعد اس سے ایک ساتھ  
 دیکھ سیرا بھی اور دوسرا ساتھ ڈھکے گا، پھر دیکھ کر جواب کا  
 دیکھ کر دیکھ کر انکھوں کے ساتھ نمونہ سے اشارے

”اسے یہ کیا کہا؟“ وہ حلق بھرا کر پوچھا۔  
 لیکن لوگوں نے اس کی روک تھام نہیں کی۔ دھڑ دھڑاتے ہوئے وہ کون سے کون سے  
 اسے خدا کی بات کہہ رہے تھے۔ حمید نے جیسے جیسے اس  
 کے سر پر ہاتھ پڑا، اس کی آنکھوں کو کھلنا چاہتے تھے۔  
 ”مگر اب تو سچ کہتا ہوں؟“ اس نے براہ راست بتا دیا۔  
 ”مرد اور تیرا کیا؟“ حمید نے کون سے کون سے ہاتھ پڑا کر پوچھا۔  
 ”ماتے مگر...“ اس نے جیسے جیسے پوچھا۔  
 ”پتلی بھگت؟“ اس نے اور تیرا نام لے کر دیا۔  
 ”اسے...“

”ابے بھگ!“ حمید اُسے مارنے دوڑا اور اس نے  
جھجک کر دیوان بچائی۔

نو ذوق لایا۔ یکن جید کی نکر اپنے با تو جب کہ سے سے ہو گئی  
 کرنا چاہے کیا تھا۔ وہ بیکل تن چار قدم پہچھے ہٹ کر  
 ہید کو کھڑے کے لیے بیکل تن چار قدم پہچھے ہٹ کر  
 اور حید کو کھڑے کے لیے بیکل تن چار قدم پہچھے ہٹ کر  
 ہی ہائیں کرائی تھی۔ حید کے ترسب ہی ہوئی، ایک لکڑی  
 اٹھائی اور کہنے کہ نہ شام شام شروع کر دیا۔ کراہٹ کو  
 اٹھا۔ اچانک غریبی سانس پر گیا اور وہ اس کے گدتا ہوا  
 پر ہٹ گیا۔

فریدی کے اسے توکل جانے دیا مگر جہاں اسے مل جیہد  
 کی گردنوں کو دیکھ کر۔  
 "اے میرے مرزا! حمید خورشید سے کیا رابطہ  
 ہے جو یہاں رخسار بنا کر آئے ہو؟"  
 "مگر تو سچو دیکھو۔ اس سال کا تیرہ گزشتہ میں آگیا ہے۔"  
 "لیکن تم یہاں کیسے؟" فریدی نے اس کو گردن چھوڑ  
 رکھا۔

میں! ابے شک علیؑ میری حیدر علیؑ کو بیلائے مجھے  
 اس وقت قبر میں جو ناسا بیٹھا تھا  
 اور حضرت علیؑ کی درجہ کی کسی ایک بات تھی  
 "لو کہ" حیدر علیؑ سے کہنا کسی اور کو  
 یہی نکاس کا ایک جہان اس کے دوسرے کے چاروں  
 اس کے لیے

”ہاں“  
”کیا؟“  
”جیسا کہ اس لیے آدمی کا تباہی ہے جو بیکار ہو۔“  
”کیا مطلب؟“ حمزہ نے حیرت سے کہا۔  
”میں فریدی نے حکومت اختیار کر لیا۔“

69

چاہوں الگ ہو سکتا ہوں۔ پولیس میرا کچھ نہیں کر سکے گی مگر تمہارا دوا ہوتا کال تیلی گھر سے ضرور سنا جائے گا تو پھر اس نے دوسرا گلاس برہنہ کر کے کوٹھری طرف پھینک دیا ہوئے کھانے کے بہت دیر سے تیس بی بی اسی لیے یہی کہی باقی کر رہے ہو۔

88

فریدی نے دواؤں کا ٹیکس اٹھا کر محمد اس کی کارڈ وائٹ کو حیرت سے دیکھ کر ہنسا۔ جب فریدی ساری تیاریاں مکمل کر چکا تو حیدر نے کہا۔  
”کیونے تو ایک کوٹھری میں دو چار ساپ بھی رکھ دیے جاتے۔“  
”کیوں! ساپ کیا نہیں گئے؟“  
”واہ... اسے میں ساپ دیکھ کر شیخ اکٹھا کروں گا۔ اور آپ دوا بیچنے گا۔ دو چار دالوں کی ضرورت ہو تو وہ بھی ہوتا خرید لیں گے۔“

”کچا اس بہت کرو۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔“  
”تھوڑی دیر بعد وہ دواؤں باہر نکلا۔ فریدی کے ایک ہاتھ میں دواؤں کا ٹیکس تھا اور دوسرے میں اسے تھکے کوپ ان دواؤں کے ڈاکٹروں کے لیے سفید کوپن رکھے تھے۔  
”خواب کیا ہوئے بہار ہے؟“ حیدر نے کئی سی بیٹھے وقت سوال کیا۔  
”دیکھتے جاؤ۔“

”میں تنگ آ گیا ہوں دیکھتے دیکھتے۔“  
”کیڑی جل پڑی۔ بندہ یا بیس دنٹ بعد فریدی نے ایک جگہ کیڑی روک دی۔ تھوڑے ہی قاصدے پر ایک ایسٹریٹس گاڑی کھڑی تھی۔ حیدر نے ڈرائیور کی سیٹ پر بٹھ کر دیش کو بیٹھے دیکھا۔ گاڑی کے کچھ حصے میں ایک خوبصورت سی ٹرس بیٹھی تھی۔

”ریش آئیں دیکھتے ہی گاڑی سے اتر آیا۔“  
”شک ہے؟“ فریدی نے اپنے منہ کی گالوں میں گرا کر بلا کر اس سے کہا۔ اب تم کیڑی لے کر واپس جاؤ۔  
”دیش کیڑی میں بیٹھ گیا۔ فریدی اور حیدر ایسٹریٹس گاڑی میں آ بیٹھے۔“

”جلو اسٹارٹ کرو۔“ فریدی نے حیدر سے کہا۔  
”ابھی کیا ہے؟“ اس نے برا سامنے بنا کر کہا۔ ”جھے ٹرڈ سے تنگ دھوئے پڑیں گے۔“

پھر اس نے روش واد سے اس ٹرس پر نظر ڈالی، جو گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھی تھی اور فریدی کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔ ”تو زور دار۔“  
”بکومت۔“ فریدی جھنجھٹایا۔

”دیر یویل... یار مارڈ شپ۔“ حیدر نے گاڑی کی ٹائٹ کر دی۔ فریدی اسے راستوں کے متعلق ہدایات دیتا رہتا تھا۔ اس نے ٹیکس میں ایک عمارت کے سامنے گاڑی روک دی۔  
فریدی نے آگے بڑھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اچانک ایک آدمی اس کے سامنے آکھڑا۔ حیدر نے اسے پہچانا۔ وہ بھی اسی کے چھکے کا ایک آدمی تھا۔

”سب ٹھیک ہے؟“ فریدی نے اس سے پوچھا۔  
”جی ہاں! سب ٹھیک ہے۔“  
”وہ دواؤں آئی؟“  
”وہ بھی موجود ہیں۔“

”وہیں لانا... اچھا...“  
فریدی نے حیدر کو اپنے ساتھ لے کر لاٹھیاں لیا۔ ٹرس نے اپنے دروازے کھولے۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس کے ساتھ ہوئی۔ فریدی نے برآمدے میں پہنچ کر کھڑی کال دیا۔ ”ڈاکٹر سی دور افتادہ مقام پر کھنسی کی بی بی کی آواز سنائی دی۔“  
”تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ ان کے سامنے ایک اپنے قاتل برہنہ ہوا۔ فریدی نے اسے اس نے انھیں حیرت سے دیکھا۔“

”معات کیجیے گا۔“ فریدی اسے ٹھکڑا کر لایا۔ میں اطلاع ملی ہے کہ یہاں کوئی بلیگ کامریض ہے؟“  
”غلط ہے۔“  
”پستہ قدر فرمائیے۔“

”یہ آپ کے پڑوسیوں کی دی ہوئی اطلاع ہے۔“  
”پڑوسی کواں کہتے ہیں؟“  
”میں دوا بیچنے والوں میں سے ہوں۔“  
”میں کواں کہتے ہیں؟“  
”ان میں سے ایک غیبی آواز... میں بولا۔ کیا تم چھپ چکے ہو؟“  
”نہیں لائے۔“

”وہ بلیگ کامریض نہیں؟“  
”نہیں۔“  
”اس پر صرف ہے ہوشی کے دورے پڑتے ہیں۔“  
”اوہ؟“ فریدی نے شہریت تک نہیں بولا۔ یہی بلیگ

کی ایک علامت ہے۔“

”میں کہتا ہوں وہ بلیگ کامریض نہیں ہے۔“  
”تیر کوئی بات نہیں سمجھ اسے دیکھ کر اطمینان کر لیں گے۔“  
”نہیں آپ اسے نہیں دیکھ سکیں گے۔“  
”آخر کیوں؟“  
”بلیگ کامریض؟“

”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”پوٹ ملی ہے اور ہم اپنا اطمینان کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ایک کالی کاوٹ ڈالیں گے تو پھر آج بھی پولیس طلب کرنی پڑے گی۔“  
”میں کہتا ہوں نا۔“  
”جنس آپ کا کونسا ہے؟“  
”کالی۔“  
”آدمی اور نکل آئے۔“ فریدی اسی پر اڑا کر باؤمر میں کود دیکھے۔  
”بیز وائٹ نہیں جانتے گا۔“

”چیلے دیکھ لیجیے۔“ ان میں سے ایک نے غیبی آواز میں کہا۔ ”نہ جانے کر کیا رنگ ہے یہاں لوگ دوسروں کا وقت اس طرح برباد کرتے ہیں۔“  
”وہ انھیں ایک گھر سے لائے جہاں ایک بوڑھا آدمی لنگ پر جوتے پہن کر گھر سے سانس لے رہا تھا۔ اس کا کام ایک بچے سے نکل سے ڈھکا ہوا تھا۔“

”حمید کی سچی بی بی آ رہا تھا کہ آخر معاملہ کیا ہے۔“  
فریدی کو بلیگ کے ریش سے کیا سروکار۔ اور یہ لوگ کون ہیں؟  
”یہ سب وہ ریش۔“  
”پستہ قدر فرمائیے۔“  
”دیکھتے ہی دیکھتے بہت زیادہ شغل ہیں۔“

”وہ تھوڑے گھر سے چلے گئے۔“  
”حمید نے فریدی کے ہوتوں پر عجیب سی مسکراہٹ دیکھی۔“  
”متم بھی جاؤ۔“ فریدی ٹرس کی طرف مڑ کر بولا۔ ”ہم ابھی آتے ہیں۔“

”فریدی جا گئی۔“  
”آخر یہ سب کیا بلا؟“  
”حمید نے ریش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔“  
”نلا۔“ فریدی مسکرایا۔ ”میں فرزند بار لا نہیں۔“  
فریدی نے آگے بڑھ کر اسے ہوش ریش پر سے نکل پٹا دیا اور بیٹھے ہی حمید کی نظر اس کے سینے پر پڑی وہ بوکھلا کر اچھل پڑا۔

”ہاں! اس کے منہ سے سب ساختہ نکلا۔ یہ تو اپنی جنس تبدیل کر رہا ہے۔“  
پھر وہ اس طرح اپنی کھوپڑی ہلاتے لگا جسے گرمی بڑھ گئی ہو۔ فریدی بچہ نہ بولا۔ اس نے ریش کی پکس اٹھا کر ٹیکیاں دیکھیں۔ کچھ دیر ریش پر ہاتھ رکھے رہا پھر دواؤں کا ٹیکس کھول کر اس میں سے ہائیڈروکسیک سرخ نکالی اور انکس دینے کی تیاریاں کرنے لگا۔

انکس دینے کے ٹیک بندہ دنٹ بعد ریش کو ہوش آ گیا اور اس نے گھر کو آواز میں کہا۔ ”میں کہاں ہوں؟“  
”حمید ایک بار پھر بوکھلا گیا۔ بالکل سوائے آواز تھی۔“  
”کیا جنس بالکل ہی بدل گئی؟“ اس نے آہستہ سے فریدی سے پوچھا۔  
”بالکل۔“  
”اب میں اس کے ساتھ تمہاری شادی کروں گا لیکن دارھی بستر تو خود رہے گی۔“

”اچانک ریش نے اپنے سر پر ہاتھ پھر لیا اور اس کے منہ سے ایک سی ہوتی سی چیخ نکلی۔ وہ جھپے ہوش ہو گیا۔  
”دارھی ہستانی ہی پڑے گی۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔  
”عورت ہونے کے بعد وہ اس سے خوف کھاتا ہے۔“  
پھر تھوڑی ہی دیر بعد فریدی کے ایک معمولی سے عمل کی پتا پھر ریش کا چہرہ بالکل صاف ہو گیا۔

”سلہ!“  
”حمید کے منہ سے نکلی چیخ نکلی اور پھر اس نے کہا۔ ”اوہ! میں سمجھ گیا۔ وہ تھوڑے کہاں گئے؟“  
”شاید وہ اس وقت کہیں دور پہنچ چکے ہوں گے۔“  
فریدی نے کہا۔

”اور آپ نے انھیں نکل جانے دیا؟“  
”یار واز کرو۔“ ان کے گھر میں حال بہت مضبوط ہو چکا ہے۔“

89

”تھوڑا دم گرمی پر پڑا اور کھڑا تھا۔“  
”سگ تہی دیے پاؤں گھر سے میں داخل ہوا۔“  
”جنوں کے بل جتا ہوا وہ آرام کر رہی تھی۔“  
”اچھا! اور اس کا کچھ بیک ٹراکٹ دیا۔“  
”وہ کھڑے ہوئے۔“  
”لو کھلا کر بیچ لاری اور کڑی کے نیچے سے نکلیا۔“  
”سگ تہی نے پیر سے کڑی دوسری طرف اچھال دی اور تھوڑے ٹوٹ پڑا۔“

لوہتر بھی اپنے بچے کا دل چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں تم سے قریب  
قریب رہوں گا۔ یہ سن کر وہ خوش ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں  
تم کو ہر وقت ساتھ رکھوں گا اور تم کو ہر شے کے لئے دیکھنا  
دلاؤں گا۔

"اگر... سوئے... کچھ... کی ایک کڑواہٹ ہے؟"  
لوہتر جیسا۔

میں نے لکھا۔

تم ان امریکوں سے بچے ہو گئے۔  
 اگر ایسا ہے تو میں ان سب کو پیشینہ بدلا دوں  
 گا۔" تو پھر تمہاری جھنجھک کو بڑھایا۔  
 کیا کبھی میری بہن کی جہزی اطلاعات غلط بھی ٹپائی ہے؟  
 سنگھتی نے نظریہ ہنسی کے ساتھ کہا۔ چلو، بیٹھو نیا دوتاؤ  
 نہ کھاؤ۔  
 "چند ہجرام زادے،" تو پھر نے چہرہ کراک کراک ہنسی  
 کے سر پر دو ہنر فرمایا۔

چڑھا ہوا تھا۔ یہ وہی امدادی تھی جسے کھولنے سے قبل لو تھکر  
 ٹھکرے کا دروازہ بند کرنا نہیں چھوڑتا تھا۔  
 رنگ بھجی نہ لگیں سلینڈر کے سرے سے بیگ بھجے ہوئے فول  
 کاٹن دیا یا دراس میں۔ یہ بیگز رنگ کی ایک بادی کے سی  
 آہنی کیڑے تھے۔ دوسرے بیگز میں دو کاشی کی حقیر تھکنے تھیں  
 برتیری سے ایدھلا حشر برتری تھی۔  
 دیکھ دیکھتے قفل امدادی۔ یہ سلینڈر جو کہ زمین پر چڑھا  
 رنگ ہی سے امدادی کھول کر اس میں سے چڑھے کا  
 ایک قفل کا کھارا اور اسے اٹل میں دبا کر کہہ کر سے نکل گیا۔

اس قابل نہیں کہ وہ غافل کی طرح باہر نکل سکے اس کی ہر حرکت پر نظر رکھنا پڑے گا۔ اگر وہ گھر واپس جاتا تو سنگ پڑی ہوئی کی ہر بار کو دیکھتا رہتا۔ فریادی کی ہر بات جانتے کے سلسلے میں تو وہ پہلے ہی بچکے ہونے کی بات کرتے گا۔ گھٹا سا ہے ایسا منوس جو نے لگا جیسے اس کی کیا ہیول کی دیکھ کر طرح کر رہی ہوں۔ ابھی اس کے آخر اس نے اپنی کار ایک بیڑ لنگ سلیوں کے سامنے روک دی جس میں حمام بھی تھا۔ جیسے ہی سلیوں میں داخل ہوا لوگوں کی تنقیدی نظریں اس کی طرف اٹھنے لگیں۔

”حام“ تو پھر نے بھڑائی ہوئی آواز میں ایک آدمی سے کہا کہ جلدی۔

اس آدمی نے حمام تک اس کی رہائی کی۔ تو پھر نے ڈانٹہ بند کر لیا۔ اسے حمام میں داخل ہونے میں مشکل سے آدھا منٹ گھورا ہو گا کہ ایک صفیہ فادائی گھر آیا ہوا سیلوں میں گھس آیا۔ کیا یہاں کوئی انگریز آیا ہے؟ اس نے سیلوں کے ایک آدمی سے پوچھا۔

”ہاں، حمام میں ہے۔“ اس نے حمام کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”اوہ! وہ پاگل بھی ہے اور نشے میں بھی ہے۔“ سفید فام حمام کی طرف بڑھتا ہوا ہوا۔

اس نے دروازے کا ہینڈل کھما کر دروازہ کھولا اور وہ بھی اندر چلا گیا۔

سیلوں کے لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تین چار منٹ بعد وہ حمام سے نکل آیا۔ اس نے تو پھر کو سنبھال رکھا تھا جس کی آنکھیں بند تھیں لیکن چہرہ صاف ہو چکا تھا۔

”اوہ! کوئی میری مدد کرے۔ یہ بے ہوش ہو گیا ہے۔“ اس نے دروازے پر آواز میں کہا اور دو تین آدمی تو پھر کو سنبھالنے کے لیے دوڑے۔ وہ اسے کار تک لے گئے اور اسے پھیل سیٹ پر ڈال دیا۔ سفید فام آدمی نے اسی سیٹ پر بیٹھ کر اپنی جیب سے دس دس کے نوٹ نکالے اور انھیں موڑ توڑ کر سیلوں کے آدمیوں کی طرف اچھال دیا۔

کل نو پھر بھی اسی سیٹ پر بیٹھ کر ایک نامعلوم آدمی ڈراٹو کر رہا تھا اور پھر بھی سیٹ پر بے ہوش پڑا تھا۔

حیدر نے مسکرا کر سارہ کی طرف دیکھا جو تھمتا کی وجہ

... سے پہلے سے ہی زلیخا جیسی نظر آنے لگی تھی۔

”کیوں اب کیا ہے؟“ سارہ نے ہنس کر کہا۔ تم بہت شرمیلے ہو۔

”میں نے تمہاری دوا ہی یاد کر لی ہے۔“ سارہ نے ہنس کر کہا۔

”بھروسہ نہ ہو میں اس حال میں نہیں دیکھتا تھا۔“ زلیخا نے مذاق کرتے ہوئے سارہ نے چھینک کر کہا۔

”وہ لوگ شاید فیدی سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کیا چیز ہے اور اب میں سوچتی ہوں کہ شاید فیدی اسی کے لئے اسے انھوں نے گھر سے باہر قہر میں نکالا۔“

”تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ چیز اسی گھر سے ہے؟“

”انھوں نے جنونی امریکہ سے واپسی کے بعد غلامی سے اس گھر سے ایک ایسا ہی الماری رکھوائی تھی جس میں اب بھی خروٹ کے استخراج سے کھلنے والا ایک تالا پڑا ہوا ہے۔ وہ رات کو اسی گھر سے ہی سوئے بھی ہیں۔ میں نے اکثر انھیں الماری کے تالے کو کھینچتے ہی دیکھا ہے۔ وہ دن میں بھی باور لیا کرتے ہیں۔ شاید اس کا اطمینان کرنے کے لیے کہیں وہ کھلا تو نہیں رہ گیا تھا۔“

”کیا تم نے سب کچھ فری صاف کو بتا دیا ہے؟“

”ہاں... میں نے سب کچھ بتا دیا ہے۔“ سارہ نے کہا۔

”لیکن میں اپنے گھر تک جاؤں گی۔“ فریدی صاحب کہتے ہیں ابھی ہیں۔ میں ڈیڈی کے لیے بہت پریشان ہوں۔ بچے سنگ ہی پر اعتماد نہیں۔ وہ ہی سوز کا بچہ ابھی جنونی امریکہ بھی لے گیا تھا۔“

”سنگ ہی سے کیا تھا؟“ حیدر نے حیرت سے پوچھا۔

”ماں وہی سے کیا تھا۔“ جانے سے قبل ڈیڈی نے پھر سے کہا تھا کہ انھیں اس سفر میں کافی فائدے کی صورت نظر آ رہی ہے۔“

”کیا تم بھی ساتھ گئی تھیں؟“

”نہیں۔“

”تو جب ہے۔“ میں نے اکثر دالوں میں بڑھا ہے کہ اس قسم کے ایڈرنجیروں میں ایک لاکھ خوب صورت لڑکی ضرور ساتھ ہوتی ہے تاکہ اسے جنگلی لوگ ہر گھر کو بھونکھانے کا سامان کریں اور میں موت پر ہرگز ہرگز نہ ہونے دوں۔“

اس پر وہ کہہ کر اسے پر پہلے تو شش کر کے پھر بات عددہ عشق کرنے لگی۔“

سارہ جھلا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ فریدی آگیا۔

”منو جیو ایک پبسطہ اطلاع۔“ تو پھر کی کھنکھاس وقت بالکل خالی ہے۔ تو پھر عجیب حالت میں کھنکھاسے نکلا ہوا دیکھا گیا اس کا چہرہ غلامی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے جانے کے بعد سنگ ہی نکلا اور وہ کسی کی طرف چلا گیا۔

”ڈیڈی کے گھر سے یہ خون؟“ سارہ نے پوچھا۔

”ہاں... کوئی اور نہیں، ہم وہاں چل رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ میرے لیے یہ خبر انتہائی حیرت انگیز ہے کہ کو پھر نے کو کھنکھاسے کے باہر قہر میں نکالا ہے۔“

”خود ہی دیر بعد تینوں تو پھر کی کھنکھاسے میں پہنچ گئے۔ یہاں ہر طرف سناٹا تھا۔“ فریدی نے کہا۔ ”سارہ بے ساختہ بولی۔ فریدی نے۔“ وہ اس گھر سے آئے جہاں ابھی الماری تھی۔

”اسے اس کا قتل؟“ سارہ نے پوچھا۔

”نہیں، اسے قتل کرنے کے لیے تو قتل کرنے سے اٹھالیا اور اسے آٹل پٹ کو کھینچنے کے بعد کہا۔“ اسے گیس سے مارا گیا ہے۔“

”پھر اس کی نظر گیس سلینڈر پر پڑی۔“

”سب سامان تو سنگ ہی کا ہے۔“ سارہ بولی۔

”تو کیا سنگ ہی نے اسے قتل کیا؟“ فریدی نے کہا۔

”یہ بڑا بات۔“ تو پھر کو کھنکھاسے سے پہلے ہی نکل گیا تھا۔ سنگ ہی بدستور گیا تھا۔

”پھر اس نے الماری کے پٹ کھول دیے۔ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔“

”فریدی صاحب! سارہ چینی ڈیڈی کو پکارتے تھے۔“

”فریدی کچھ نہ فرما۔ اس نے تمام امیر نغزوں سے سارہ کی طرف دیکھا اور پھر غالی الماری کو گھومنے لگا۔

”میں مکلان کی کٹائی لینا چاہتا ہوں۔“ اس نے فریدی کو دیر بعد کہا۔ سب سے پہلے بچے سنگ ہی کا گھر۔ بتاؤ۔“

رات تیار کی تھی۔ شام ہی سے کچھ ایسی تیز آندھی چلتی شروع ہوئی تھی کہ کبھی کے تلوٹ جانے کی بنا پر شہر کے بعض حصے بالکل ہی تارک ہو گئے تھے۔ آندھی کے کتنے کے غور و خروش ہی دیر بعد آکر اسے کلانی بدلیاں انھیں اندر کھینچنے کی دیکھنے سا آسان صوبہ کیا پھر ایسی ہوا سارا دار بادش ہوئی کہ لوگ پناہ مانگنے لگے۔ شہر میں دیران ہو گئی۔ تینوں امیر نغزوں کی پوری اندھیر۔ میں نے ہم کو کھنکھاسے اور میان بارش کے شور

کے علاوہ کوئی دوسری آواز نہیں سنی جاسکتی تھی کیونکہ یہاں کی تازہ میٹری ہرگز کی کوئی علامتوں کی چھین نہ زیادہ تر میں چو کی تھیں۔ اب سے ساڑھے ستر سال پہلے یہ عمارتیں انگریز فوجی انجینروں کے لیے بنائی گئی تھیں اور شہر کا یہ صفا اب بھی پرانی چھائی کے نام سے مشہور تھا۔

سنگ ہی اس طرف اپنی بات میں نینس اسٹریٹ کی ایک عمارت کے سامنے کھڑا ایک ایسی گھر کی کھنکھاسے سے جس کے شیشوں سے زرد رنگ کی دھندلی روشنی نکلتی تھی۔ اس نے اپنی جیب سے پتھر کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس گھر کی ایک شیشہ پر پتھر پڑا۔ سنگ ہی نہایت اطمینان سے اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ اس کے واسطے ہاتھ میں رکھ رکھ رہا تھا۔ اس کا پتھر کا ایک ٹکڑا کھنکھاسے کو توڑنا ہوا اور جب لگایا تھا۔ کسی نے گھر کی کھنکھاسے اور ایک آدمی کے دھندلے نقوش زرد روشنی کے پیش منظر میں آکر نہ۔ سنگ ہی کی کے دیواروں سے شدت نکلا اور پھر ایک چرخ ثنائی کی جیسے بارش کا شور بھی زندہ ہوا تھا۔

”یہ آواز کیسی تھی؟“ فریدی کی ایک جگہ پر کھڑا کر دیا۔

”میں بھی سوچ رہا ہوں کہ آخر وہ کون سی گھنٹوں سے یہ کیسی آواز سنائی دے رہی ہیں۔“ حیدر نے بے ہوشی سے کہا۔

”میں شش دیر اخیال ہے کہ وہ فائری کا آواز تھی۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”وہ دونوں نینس اسٹریٹ کی ایک دیوار اور شش عزت کے ایسے حصے میں بیٹھے ہوئے تھے جس سے وہ عمارت صاف دکھائی دیتی تھی جس کی گھر کی پر سنگ ہی نے پتھر کے بعد گولی چلائی تھی۔ شاید وہ اس کی نگرانی سے ٹھیک اسی طرف اخیال ہوئے تھے جب سنگ ہی نے اپنا کام کیا تھا۔“

فریدی کے ساتھ حیدر بھی کھڑا ہو گیا۔ سامنے والی عمارت کی گھر کی اب بھی کھنکھاسے تھی اور اس گھر کی کے اندر کسی دیواروں پر کھنکھاسے کے گھر سے سامنے تیزی سے حرکت کرتے نظر آ رہے تھے اور گھر کی پھر بند کر لی گئی۔

”دوسرے آپ کا؟“ حیدر نے فریدی سے کہا۔

”میں آپ نے فائری کا آواز سننے کی کھل ہے کیا تو پکارتا تھا؟“

فریدی نے کھنکھاسے کی نظر گھر کی پھر چوئی تھی حالانکہ بارش کا انداز کافی کم ہو گیا تھا لیکن میں نے کھنکھاسے کے شور بدستور جاری تھا۔



ایک ایک فریدی نے چونکہ کر کہا یہ کھڑکی کے ایک  
 شیشہ کو کیا ہوا؟  
 "خیر! سچا ہوگا" فریدی نے پھر اس نے جھپٹائی ہوئی  
 آواز میں کہا کہ آخر تم کنگ کی یہاں تک مارتے رہیں گے؟  
 "جی ہاں کنگ کی یہاں تک مارتے رہیں گے۔ میرا دعوای ہے  
 کہ وہ آج رات کو یہاں ہی مرے گا۔"  
 پھر کھڑکی کی روشنی بھی غائب ہو گئی۔  
 "آخر شیشہ کیوں؟" فریدی تھوڑی دیر بعد پھر فریاد  
 پھر اچانک چونک کر بولا "اے خدا! شاید ہم دھوکا کھا گئے  
 سنگ کی لعل لگا۔"  
 "کیا خواب دیکھ رہے ہیں؟"  
 "نہیں! شاید ان میں سے ایک اور ختم ہو گیا وہ شاید  
 کسی آدمی کی جلی خیمہ میں اب میں اٹھنا چاہیے۔ سانس  
 والی عمارت میں داخل ہونا ہی پڑے گا۔"  
 "کمال کرتے ہیں اب میں! وہ ہیں پتیلہ پتیلہ ڈاکٹروں کے  
 روپ ہیں دیکھ رہے ہیں؟"  
 "نہیں! وہ ہیں! اسنے دونوں کنگ کھک نہیں مارا۔  
 ہم اس طرح عمارت میں داخل ہوں گے کہ ان کے فرشتوں کو  
 بھی علم نہ ہوگا۔"  
 "اوه! تو یہی طریقہ ہے جی! یہی اختیار کر سکتا ہے۔"  
 "اور میں نے جی! طریقہ اختیار کرنے میں اسے مدد  
 دی ہے۔"  
 "کیا مطلب؟"  
 "سنگ کی آج کل میرا تعاقب کر رہا ہے۔ فریدی مسکرا  
 کر بولا "اور اس نے مجھے رستہ بتاتے ہوئے آج ہی دیکھا  
 تھا۔ تم جانتے ہو کہ ان عمارتوں کے پیچھے دور تک سرنگوں  
 کا جنگل ہے اور وہیں کچھ سنگ تھکے بھی ہیں اس لیے  
 دن کو بھی اس قسم کے کام نہ سانی ہو سکتے ہیں۔"  
 "پتیلے جناب! تمہارے غشی ہنس رہے کر بولا۔  
 سنگ کی اتنا خوف نہیں تھا کہ سرنگ پر کھڑے ہو کر  
 کھڑکی میں فائر کرتا۔ اس نے یہ خطہ حال کو بھوکوں لیا تھا۔  
 وہ چاہتا تھا کہ اس طرح عمارت کے کتبوں کو کنگ ملے  
 کہ سے۔ اس کے بعد فریدی کے بتائے ہوئے راستے کے  
 ذریعہ چپ چاپ عمارت میں داخل ہوا۔  
 اس نے پتیلہ کیا۔ عمارت کے دہنے والے باجی اسی

کمرے میں کھڑے سرنگ تھک کر کہہ رہے تھے جس میں ان کے ایک  
 ساتھی کا کٹا ہوا سر پڑی ہوئی تھی۔  
 سنگ کی عمارت کی عمارت میں داخل ہوئی کنگ کے  
 ذریعہ عمارت میں داخل ہو گیا۔  
 فریدی اور جیو سنگ کے گئے تھے۔ کئی جگہ انھیں گھوڑوں  
 ٹھنڈوں پانی سے گزرتا ہوا۔ بارش بہت بڑی تھی اور تھانے  
 میں مینڈکوں کا شور مچ رہا تھا۔ ہوا بالکل بندھی۔ وہ  
 عمارت کی پشت پر کئے۔ یہاں فریدی نے جیب سے ایک  
 چھوٹی سی نارنج لٹالی اور اسے روشن کرتے ہوئے کنگوں  
 کے جنگل کی طرف بڑھتا تھا کہ کتنی بارش پڑی تھی جس کے  
 جواب میں تھوڑی ہی دیر پر ایک دوسری نارنج کی روشنی  
 نظر آئی۔  
 "تھک۔ پت۔ فریدی آہستہ سے فریاد کیا۔  
 "کیا تھک ہے؟" فریدی نے پوچھا۔  
 "سنگ کی اندر داخل ہو گیا ہے۔ فریدی نے  
 کہا اور رفتہ رفتہ بڑھتا ہوا کہ کنگ کی جگہ سے  
 کواں میں گھسنا چاہا کنگ فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔  
 "تھوڑا! بڑھو! تھک نہیں ہے۔ سہلہ سنگ کی ہاتھ  
 اس نے کہا اور بارش کرنی۔  
 "دیکھو! فریدی آہستہ سے بولا۔ رفتہ رفتہ  
 کے اوپر کی روشنی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔  
 "چھوٹی لا تھوڑا گویاں زمین پر پکھڑی ہوئی تھیں۔  
 "چھوٹا آؤ! فریدی نے آہستہ سے کہا لیکن ان گویوں  
 پر غور کرنے کیلئے۔  
 "کیوں؟ یہ میں کیا بولتا؟"  
 "جانتے۔ یہ اس نے کہا ہے میں کہ اگر کوئی سنگ ہی  
 کے بعد داخل ہو تو اسے اس کا علم ہو جائے۔"  
 "جیو سنگ ہی کی ذہانت پر حیرت ظاہر کرتا تھا فریدی  
 کے ساتھ چلنے لگا۔ سنگ کی جیبوں کے نشانات دیکھتے  
 ہوئے وہ آگے بڑھتے رہے۔ جیسے سوچا کہ یہ بارش کا  
 پہلا ٹانہ ہے۔ ابھی تک وہ وہی دل میں موم پر تار  
 کھانا رہا تھا۔  
 ایک جگہ فریدی نے ایک کڑکٹ کی اور پھر اس کے بعد  
 اس نے نارنج نہیں استعمال کی کہ وہ تھک گیا تھا لیکن اس

کنگ کے والے کمرے میں روشنی تھی۔ دونوں کمروں کے  
 درمیان میں ایک دروازہ تھا جس پر ایک بڑا سا درخت  
 ریل تھا لیکن وہ اتنا دبیز بھی نہیں تھا کہ دوسری طرف کی روشنی  
 اسے دکھائی نہ دیتی۔ دروازے میں کوئی کھڑا تھا۔ ایک  
 تاریک انسانی سایہ۔ جیسے اندر سے میں بھی اسے پہچان  
 لیا۔ وہ سنگ جی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا شاید وہ  
 دوسرے کمرے کے لوگوں کی آفت کو سننے کی کوشش کر رہا  
 تھا۔ وہ دونوں سنگ جی سے تھوڑے ہی فاصلے پر اندر سے  
 میں دیک گئے گفتگو کرنے والوں کی آواز میں کنگ صاف  
 پہچان رہی تھی۔  
 "اب تم کمرے کے لیے تیار ہو جاؤ کسی نے تمہاری لیے  
 میں کہا۔  
 "آہ! اس میں کس طرح یقین دلاؤں؟" فریدی نے  
 کوٹھری کی آواز صاف تھی۔  
 "یقین!" ہر کئی نظر کر بولا "ہم جی! ابنا چاہتا تھی  
 گھوڑے پڑا۔  
 "تو میرا کیا قصور ہے؟" اسے سنگ جی نے مارا ہوگا میں  
 نے آج تک کسی پر ہاتھ نہیں اٹھا یا اور آخر تم کہتے ہو کہ میں  
 الماری میں چھڑکے کا تھیلہ نہیں ملا تو یقین جانو اسے جی سنا ہی  
 اڑا لے گیا ہے۔  
 "تم جی! اور اس طرہ کا موم پہنیں فرق ہی کیا ہے؟"  
 "اہ! فرق! اس نے مجھے پرلا کر دیا۔ وہی کتا ہے جو  
 امر کے سنگ لگا تھا۔ ایک دھوکا تو ہے۔ اس کا وہ سنا کہ اس نے  
 سب کچھ کیا اور پھر اس نے سو فیصد طرح کتنی گرفت میں رکھا۔  
 ورنہ میں کبھی اس کو نہیں پہچن کر دیتا اور پھر تم لوگوں  
 نے میرے تین آدمیوں کو جیو تم کروایا۔  
 "جیو اس سے! امریکن بولا۔  
 فریدی دے پاؤں آگے بڑھا اور اس نے بڑے کے  
 قریب کھڑے ہوئے سنگ جی کی گردن پر اس زور کی لٹ کر سید  
 کی کہ وہ وہم سے دوسری طرف جاگا اور فریدی پھر ہی پکرتی  
 سے اپنی جگہ پر ابھی آگیا۔ دوسرے کمرے میں شروع کیا۔  
 شاید وہ صبح بیک وقت سنگ جی کی طرف بڑھتے تھے۔  
 "واہ۔۔۔ وا! کیا مقرر ہے؟ ایک اپنی ہوئی آواز  
 آئی۔ تو اس جی کی گردن میں ہی محفوظ ہے۔  
 "مگر ان کا کٹ کر نکال لوئے غرائی ہوئی جی آواز آئی۔ مگر



مجھے نہیں معلوم میرا چاہا کیا  
 ہوگا؟ جس تیز رفتاری سے میں  
 تھوڑی سی طرف جلد ہواں  
 لوگوں کا خیال ہے کہ وہ رومانے کے لیے ملک ثابت  
 ہوئی ہے۔ یہ وہی بات اس کا یقین ہے۔ میں  
 پہلے سے اس کا قائل تھا ہوں، لیکن سوائے اس کے  
 کیا کہہ سکتا ہوں کہ یہ اس ہوں میں مجبور ہوں۔  
 تیار ہے آپ کو نہیں روک سکا۔ ایک بڑا دست  
 کش ہے، ایک ہرگز طاقت ہے مجھے طاقت اور میں کی  
 طرف کھینچے بے باقی ہے۔  
 "اے! بہت تھوڑے کے کا ذکر ہے کہ میں اپنے  
 آپ کو ایک ثابت حال کا پتہ چاہتا ہوں اس لیے  
 میرا وہم اتنی اس قدر کہ عمارت میں داخل ہوں  
 ہوئے میرا وہم پڑ گیا تھا۔ مجھے صرف مالی  
 لوگ دیکھ گئے تھے اور میں کوئی مینوں سے اسون  
 تھا اب میری یہ حالت ہے کہ کسی اور کو تو کیا میں  
 خود اپنے آپ کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔  
 مجھے معلوم ہے کہ بہت عرصہ میں گزرنے والے  
 گلاب میرے حیات بنا ہو جائے گا۔ شاید میرے  
 حواس مجھے جواب دے جائیں۔ میں اپنے آپ کو زندہ  
 کتا ہوں لیکن حقیقت ہے کہ کمرہ میں بہتر  
 ہوں، کیونکہ جو شخص میرا تپا ہے وہ کس دیکھ سکتا  
 تو لگ جاتا ہے اور میرا دل ہے کہ وہ نہیں کوئی ہلا  
 نہیں! آرام دہ کوئی میرے لیے نہ لگتا میں سے ہیں۔  
 مجھے اس وقت کوئی خاص مفید ہو سکتا ہے اور  
 نہ میں خود ہی اپنی رہنمائی کر سکتا ہوں۔ بارہ کو  
 بھر پر تم تو آگیا ہے۔ گزرتے میرے نزدیک کرنے  
 کی بہت تھوڑی دیر تھی۔  
 زندگی میں یہ ایک... صرف ایک انفرش  
 کا نتیجہ ہے۔  
 آپ نہیں سمجھتے؟ خوب! بات ہے کہ  
 میں جانے سمجھنے کے تیار ہے گرد ہا ہوں۔  
 "خارجہ"  
 "خارجہ"

نہیں پہنچے اسے بھی کوئی نہیں پہچان دیتا۔  
 کئی آدمیوں کی ہڑتوں میں کمر بستہ ہو گئے تھے۔  
 وہ سنگی کو کرکری کی جگہ پر لے گئے تھے۔  
 تھوڑی ہی دیر بعد فریدی پہنچا اور دوسرے کمرے  
 میں داخل ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ریلواری تھے۔  
 "میرا سیرا" اس نے طنز پر لبوں میں کہا۔ لیکن تم لوگ  
 اپنے ہاتھ اور پیر ہی اٹھائے رکھو۔ یہ بھی ایک آزمائشی حکمت  
 کی پولیس ہے۔  
 سنگی بیاد اور کھر کے علاوہ کمرے میں تین آدمی اور  
 تھے۔ ان میں سے دو کو محدود پہنچے ہی دیکھ کر بھڑکا۔ پستہ قد  
 اور چھاری جم والے ایک کو پہچانے میں کوئی دشواری ہوئی  
 ہی نہیں۔ تیسرا آدمی اللہ اس کے لیے نیا تھا۔ یہ ایک لوبہ تھا  
 آدمی تھا چہرے سے پشیدہ و داغی تھی اور سر پر بھڑوں کے  
 سے لیے لیے بال تھے۔ ناک کو نیکی اور لمبی تھی۔ آنکھیں چھوٹی  
 اور چمکدار تھیں لیکن یہ بھی سفید فام ہی تھا۔ سنگی آدمی اور  
 دیکھ کر سوچا میں جگہ پر ہونے لگے۔ سنگی کا گریبان کھلا  
 ہوا تھا۔ حیدر نے دیکھا کہ اس کے گلے میں چاندی کا ایک موٹا  
 ساطق پڑا ہوا ہے۔  
 "آخر تم آری گے میری گرفت میں، فریدی نے سنگی ہی  
 کی طرف دیکھ کر کہا۔  
 "مگر تم دیکھتے نہیں کو تم بھڑوں نے میرے مال کو بلاتہ  
 رکھا ہے۔ سنگی بیاد۔  
 "پیر و چہرہ زار اسے آدھ کر کہا۔ میں تجھ سے  
 کوئی تعلق نہیں رکھتا۔  
 "تم نے ہمیشہ میری قدر دی کی ہے۔ سنگی ہی نے  
 خشک لبوں میں کہا۔  
 "لیکن یہ طوق کیسے ہو سنگ؟ فریدی نے سکر کر پوچھا۔  
 وہ ہاتھ مار کے نہ کہہ سکا۔  
 "یہ بھڑ ہے۔ یہ لوڈھا سفید فام بیچا۔ اس نے یہ  
 طوق مرہ شہزادی کے گلے سے اتار اٹھا۔ یہ چارے سے  
 بہت متحس ہے۔ اس کی زبانت کا گاہ ایک بکریاں ہیں  
 یہ طوق سورج کیونکہ ہم کہے۔ جلد سے لے لے کر تین تین  
 میں اس کی ہی بات ہے۔ فریدی نے پوچھا۔  
 "تمہارے لیے یہ چیز کوئی وقت نہ رکھتی ہوئی۔ چارے  
 لیے یہ ایک متحرک امانت ہے۔"

خوب آفریدی جس پر اس سے سنگی سے پوچھا۔  
 "کیوں سنگ... کیا تم بھی سورج دلوں کے چارے ہو؟"  
 اس پر سنگی نے بھڑک کر سورج دلوں کے سارے  
 خاندان دلوں کی مافوق کی شان میں افسوس بھرا دیا۔  
 "لیکن سنگ؟" فریدی نے پھر پوچھا۔  
 کو تم اس بے حقیقت چاندی کے طوق کے لیے آتی دور کیوں  
 گئے اور تم نے اسی کے لیے نہ صرف ان لوگوں کے چھ آدمی مارے  
 بلکہ اپنے بھی تین آدمی قتل کر دیے؟ آخر کیوں؟  
 "یہ سراسر بھڑک ہے۔"  
 "نہیں پیارے۔ کچھ بڑے دور رس ہے۔ میں تمہارے  
 سامان سے چڑھے کی بجائی اور وہ زبردست کر دیا ہے۔ اس کا  
 تجربہ کرنے پر سام جو ہو کر دی زبردست ہے۔ اس کی ہلاکتیں  
 کی دلوں میں پائی ہیں۔ تم نے اپنے تئیں ساتھیوں کو گھس  
 اس لیے تم کو دیکھا کہ انھوں نے تہیں مرہ لڑا کے گلے سے  
 طوق اتارنے دیکھا تھا اور یہ بھی اس لوگ۔ وہ چھان نہری  
 میں ہی تھا۔ نیکی نیکر کے دوسرے چارے کے بعد ہی سہی نے  
 اس میں دھپیں پڑیں شروع کر دی تھی۔ میں نیکی نیکر کے  
 راز سے واقف تھا اور یہ جانتا تھا کہ تم نے شہزادی کی لاش  
 کے لیے اتنا ہلکا سفر کر لیا تھا۔ بہن محض کا وہ سفر نہ  
 جو تمہارے اس سفر کا ٹکڑا تھا۔ ہوا تھا میری نظروں سے یہی  
 گزر رہا ہے۔ کچھ فرزند۔  
 سنگی کا چہرہ دھپلا پڑ گیا لیکن اس نے دوسرے  
 ہی لمحے میں قہقہہ لگایا۔ بالکل ایسا معلوم ہوا جیسے وہ فریدی  
 کا مذاق اڑا رہا ہو۔  
 فریدی اس کے قہقہے کی پروا کیے بغیر بولا۔ "حیدر!  
 سنگی ہی کی گردن سے طوق اتار لو آخر دار کوئی اپنی جگہ سے  
 نہ بڑے دور نہ گولی مار دوں گا۔"  
 دوسرے لمحے ہی میں ہی بھڑی قہقہوں کی آواز سنائی  
 دی اور کئی لمحے سب ایک دوسرے میں کمر بستہ ہو گئے۔ حیدر  
 نے آگے بڑھ کر طوق سنگی ہی کی گردن سے اتار لیا۔ فریدی  
 اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ اچانک وہ اس کے ہاتھ  
 سے چھین کر فرش پر گرا پھر اسے اٹھاتے وقت اس کے  
 منہ سے ملکی ہی تیز آواز آئی۔ طوق کی موٹائی بڑھ گئی  
 تھی۔ حیدر نے فوراً دیکھا تو اس پر یہ حقیقت کھلی کہ  
 طوق کے کڑے چاندی کا ایک بڑا سا پیر لپٹا ہوا تھا جس کی

بندش اب ڈھیلی ہو گئی تھی۔ فریدی نے اسے چھیلا دیا یہ ایک  
 بالشت نما اور اتنا ہی چوڑا تھا۔  
 "غریب! فریدی ہنس کر بولا: تو وہ افواہ جو اس جرنی  
 مصنف نے اپنے سفر کے دوران میں ہی سمجھ لی۔  
 "کیسی افواہ! حیدر نے پوچھا۔ کیا وہ کتاب آپ کو مل  
 گئی تھی؟"  
 "ہاں! افواہ یہ تھی کہ شہزادی کے پاس شاہی خاندان  
 کے ہدف خزانے کا نقشہ تھا اور شاہ اس پر تین سو ہی نقشہ  
 ہے اور تین سو ہی انداز کی ایک تحریر بھی ہے جسے آج کل کے  
 زمانے میں شاید ہی کوئی لکھ سکے۔ کیوں سنگ! کیا تم اسے سمجھ  
 سکتے ہو؟"  
 سنگی ہی کچھ نہ بولا۔ اس کا چہرہ بالکل تاریک ہو گیا تھا۔  
 نہ صرف اس کی ہڈیاں تھیں سفید فاموں کی حالت میں جھڑ  
 نظر آنے لگی تھی۔  
 فریدی نے سنگی سے کہا: لو تم کو تم نے اس لیے  
 زندہ رکھا کہ وہ دولت مند ہے۔ تم اسے دوسرے سفر کے  
 اوقات تک زندہ رکھنا چاہتے تھے اور شاید یہ مقصد پورا ہو جانے  
 کے بعد اسے بھی قتل کر دیتے۔  
 "کیسا مقصد؟" حیدر نے پوچھا۔  
 "خزانہ کی تلاش میں کامیابی۔"  
 "کیا اس میں اس وقت کوئی جاسوسی ناول خوب میں دیکھ رہا  
 ہوں؟" حیدر نے اپنے گال میں پتلی لے کر کہا۔  
 "زیادہ تر حقیقت ہی اس قدر بنتی ہے۔"  
 اس کے بعد ان سب کے چھکولیاں لگا دی گئیں۔  
 "بچے کاراں آگے بڑھتے ہی طرف جاری تھیں۔ ان میں  
 قیدی بھی تھے۔ سب سے آگے والی کار میں سنگی تھا۔ اس  
 کے واسطے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی اور ہتھکڑی کا دوسرا اٹھایا  
 سب ایک دوسرے اپنے اپنے ہاتھ میں ڈال رکھا تھا۔ جیسے ہی وہ  
 گلی قریب آیا سنگی نے بائیں ہاتھ سے اپنے کٹاکار ٹول  
 کر ایک ایک کی موٹی نکالی۔ سب ایک دوسرے کی دھمکیاں  
 دے دیا۔ سنگی ہی کا بائیں ہاتھ اس کی ران  
 کی طرف دھینگا گیا۔  
 "اور اب سب ایک دوسرے کے ساتھ ہی سنائی ہوئی نکل سکا  
 اور پھر شاید دوسرے ہی لمحے میں ہمیشہ کے لیے خاموش ہو  
 گئے۔ سنگی نے بڑی صفائی سے اپنا ہاتھ ہتھکڑی  
 سے نکال کر مرہ سب ایک دوسرے کے ساتھ گرتی رہی۔



# ایک

کا

## ادبی انتخاب

مذہبوں میں گونجوں گا سوالوں کی طرح  
تجھ کو یاد آؤں گا گرنے ہوئے سالوں کی طرح  
دُوب جائے گا جو کسی روز زیرِ خورشید اُٹا  
مجھ کو دہراؤ گے محفل میں مثالوں کی طرح

”چھاب تم کیا کرو گے؟“

”اُردو ادب کا کوئی نامور نقاد بن کر جاسوسی ناول لکھوں تو گالیاں دیتا بھروسہ لگتا۔ یہ جو تکلیف دہا لپسی، کا اختتام میرے حق سے اور اربابِ معنی نے عمران کی زبان پر ایک ہی شکل کے ذریعہ اُردو کے نقادوں سے اپنا حساب دے باقی کر دیا، ابین معنی جیسے ادب میں سرسری ادب کے سب سے بڑے نمائندے ہی نہیں ہیں بلکہ امتیازِ ذات کی پہلی مثال ہیں۔ اُردو کے نقادوں کا مذاق، محمد علی شکر، ڈاکٹر حسن فاروقی اور دوسرے انگریزی اہم اے پاس نقادوں نے اُڑا دیا ہے کہ وہ بدھ تصور سے آگاہ ہیں، ابین معنی نے بھی ان کا مذاق اُڑا دیا ہے مگر دوسری بنیاد پر اور وہ بنیاد یہ ہے کہ داستان میں اسرارِ بلاٹ کی پیچیدگی اور جاوید پرستہ دھن سے جاسوسی ناولوں کے اسرار اور سائنسی ترشوں سے الٹا کر کے نظر آتے ہیں اور بزرگوں کی سرکش کی استیلا کر کھنڈرِ سیر کی بی۔ اسے علیک کا ذکر تو عام بابوسید کی تاریخ ادب اردو میں بھی نئی پھتری اور بہرام کے حواس سے ملتا ہے مگر بعد کے نقادوں میں سوانے ایوانہ کشفی کے کسی نے جاسوسی ناول اور ناول نگاروں کے ذکر کو قابلِ اعتناء نہ جانا۔ کشفی صاحب نے تو ابین معنی مرحوم کے سلسلے میں ایک مستقل مقاموں رکھا ہے۔ ڈاکٹر کشفی نے عمدہ نثر اور اسلوب کے محاسن کی بنا پر ابین معنی کو عہدِ حاضر کا اچھا ادب اور نثر نگار قرار دیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے ابین معنی کی کردار نویس، بلاٹ نگاری، مزاح اور مستقبل بینی پر بھی برفشانی ڈالی ہے۔ کشفی صاحب میرے بزرگ ہیں اور انھیں کے ارشاد پر میں نے ابین معنی کے ادبی انتخاب کی ذمہ داری قبول کر لی ہے کشفی صاحب کسی کے اس تنقیدی خیال سے متفق ہیں کہ اچھا انتخاب آدمی تنقید ہوتا ہے۔“

بھوانی شروع کر دیں۔ وہ دیر پر نام اور پتا بھی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ جب بھڑی آنی تو مجھ میں اور میری بیوی بھقیر میں کشمکش شروع ہو جاتی کہ کون پہلے پڑھے۔ (اگر ڈاکٹر کے وقت میں گھر پر ہوتا، دروازہ تو میرے واپس آئے سے پہلے وہ ختم کر لیتیں)۔ ایک دن جامعہ کے ہفتہ طلبہ کی کسی تقریب میں ابین معنی صاحب آئے۔ یہ ان کی وفات سے دو چھ ماہ قبل کی بات ہے۔ وہ چھ مہینہ کے پیش لکھے اسی پہلے تقریب کے بعد میں انھیں اپنے گھر لے آیا تاکہ وہ کچھ کتابیں، خاصاً انگریز بڑی کتب، گھر میں چلے جیتے ہوئے میں نے کہا کہ جب آپ کی کوئی ناول آنی ہے تو ابی بڑی کے ساتھ میرے تعلقات اس دن کنبہ ہو جاتے ہیں۔ بڑی بڑی زبان میں انھیں صمیمیت کے ساتھ وہ ہیں دیکھنے لگے اور جب میں نے بات بتائی تو انھیں چرسے اور بوتلے کرنا پڑا۔ چھ مہینے سے منزل نہیں آتے کی؟ اگلے چھ مہینے میں بڑی کی دو بڑیاں آئیں۔ ایک میرے نام، دوسری بڑی کے نام۔ جب دو چار ماہ کے بعد ملاقات ہوئی تو میں نے انھیں اس دھن مزید سے منع کیا۔ جرم کی وفات کے بعد جب منٹھے پانچ بجے اور عمران بڑی کی ایک ناول کا آخری حصہ بھڑی سے آیا تو میں اپنی کیفیت کیا بیان کروں۔ ان کے جانشین نے مجھ کو اس محبت کا پاس کیا جو چھ ماہ سے دھیمان تھی۔ پھر احمد صنی سلمہ سے ملاقاتیں ہوئیں اور مشتاق قوشی صاحب کو بھی میں ان کے جانشینوں میں شامل کرنا چاہوں اور احمد صنی و روحانی اولاد ابین معنی میں تو وہ دلی عہد ہیں۔

اسرار و سرگرمی اور انجمن جس کی کہانیاں غریب کے کئی بڑے ادیبوں نے لکھی ہیں۔ سر ڈاکٹر کا نڈا، ایلے گراہن، بھلے کر بھڑی، جگ۔ چارے ہاں مادی بندت اسے ادب کی بنیاد سے دھن لکھا دینے کے قابل ہیں۔ بہر دست ہے کہ کردار نویسی کے اعلیٰ معیار اور بھڑی کی بھڑی کے بغیر جاسوسی ناول محض پیچیدہ اور تفریحی بلاٹ کی بنا پر ناول کا ہلکا ہونے میں جگ نہیں پاسکتا۔ چھ مہینے والا جاسوسی ناول میں بھی انسانی نفسیات کی گہرائیوں میں سفر کرتا ہے۔ ابین معنی کے ہاں صرف ابی بات کی اہمیت نہیں، کہ ”اگے کیا ہو گا۔“ ان کے ہاں ہیں غریبی، حید، قاسم عمران، بوز، سلیمان، روحی، چوکیا ناکی رفاقت کی پراچھا دھن، گھر نے کا مکتبہ ملتا ہے۔ گیسے (GASSET) جیسے بڑے فلسفی اور ادب شناس نے اپنے ناول کی اص اساطیر قرار دیا ہے۔

اور ملکہ کشفی کی زبان و بیان کی طرف اشارہ تو کر چکا ہوں۔ ابین معنی کے ہاں اشتیاق ہے۔ ان کے مکالموں میں سرگرمی اور غرافت ہے۔ یہ غرافت کہیں زبان کی ہے، کہیں خیال کی اور کہیں صورتِ حال کی۔ اگر ان کے ناولوں کے لیے چھ مہینے کا انتخاب شائع کر دیا جائے تو میں میں زبان و بیان کے محاسن بہت نمایاں ہیں تو ان معنی کے ادبی مرتبہ کو تسلیم کرنے کی طرف یہ ایک اہم قدم ہو گا۔

ایک مسلمان اور عام پاکستانی کی شخصیت سے مجھے ذرا بے طور پر ابین معنی کے ناولوں میں وہ مقامات اور موضوعات ملے ہیں جن میں انھوں نے ہمارے مسائل کو کہانی کا پیرایہ بن عطا کیا ہے۔ ان کے دور آخر کے ناولوں میں ”ایران“ اور افغانستان میں بدعنوانی پر ان کے دل سے واہات کا ٹھکانا نظر آتا ہے۔ گالیاں اور دانش مجلس اور عزیزوں کی وہ دلیر دواؤں بھی جن کا کج ہنر، سامنا ہے ان ناولوں انگریزی میں کرل جیمس اور کیپٹن جون سے لے کر ناولوں کی وضوم ہے۔ ان کہانیوں کی تخلیق ایک مقامی زبان سے نہیں شائع ہو رہی ہے۔ اگر چہ ان کہانیاں پڑھی ہیں تو کیا میں ان میں خشن و مایوسہ کی جھلکیاں نظر نہیں آئیں؟ پھر کہانیوں کی بدست بھی جی ہے۔ ویسی ہی سائنسی ایجادوں اور طاقت، نانی تحریک سے ملکت۔

اس وقت نہ یہ تحریر اور اسے ختم کرنے کے طور پر لکھی گئی ہے۔ انشاء اللہ ابین معنی کے لیے یہ جھلکیں پھر بھی کھول گلا







جھلستے ہیں، چڑھتے ہیں اور اسے محض ایک سحر آمیز حرکت کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے۔

عمران کیج ایسا کردار ہے جو دو انتہاؤں پر اور دو انتہاؤں کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔  
”مگر شہر شہزادی“ کا پیش رس، ایک فائدہ خیز تحریر ہے۔ اردو کے محققوں کے مضمون شہر شہزادی کا کوئی انتخاب تب تک کیا جائے تو اس میں اسے نمایاں جگہ دینی ہوگی۔

مجھے بھی ایک شہزادی کی تلاش تھی... تلاش ہی تھی... لیکن آج کل قلم طوائف بننے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں... اگر کسی طرح بن بھی جائے تو جھنگوں میں خاک اُڑانے والے وہ ڈھیر درجن شہزادے نہیں ملتے جن کی مڑاؤں پر ملائی جاسکیں... غیر نوبت یہ رہتا ہے کہ شہزادی کی تلاش شروع ہوتے ہی آواز دیوانہ و دیوانوں کی بجائے میر کا ایک چمچہ اُٹھتا اور پھر یہاں سے دوسری داستان شروع ہوتی۔ بالکل اسی طرح میرے قصہ خاتم طائی کے دو دیوان دوسری داستانیں شروع ہوجاتی ہیں۔

اس میں شخصی عنصر بھی ہے اور مزاح بھی۔ داستان ابن صفی کے خون میں رواں تھی، روشت داستان گوئی پر عبور رکھتے ہیں اور انھوں نے اس انداز کی پیشبرد بھی کھی لی اور غالباً اشتقاقی سب سے پہلے جن کا یہ کارنامہ قرار دیا جاتا ہے کہ انھوں نے داستان کا یہ انداز کے ساتھ لگا کر افسانہ کو نیا رنگ دیا ہے۔ اپنی ذاتی بیماری کو دوسری داستان ”قرار دینا مزاح“ بنی ہے اور حوصلہ بھی۔

میرا خیال ہے کہ یہ دوسری داستان اس سے بھی زیادہ عجیب اور دلچسپ تھی۔ آپ خود ہی سوچنے کو گراڑا ہے، پانچ فٹ کے اشرف الملوقات کو ایک تنہا سا چمچہ بھی اڑ جائے تو کیا آپ اسے عجیب نہ کہیں گے...؟ آپ کے لیے یہ بات عجیب ہو یا نہ ہو مگر میرے لیے تو عجیب ہی نہیں بلکہ مستثنیٰ خیر... مجھے ہے... یہ حال اس چمچہ کی وجہ سے میرے راستہ بھٹک گیا، پہلا تنہا مگر شہزادی کی تلاش میں لیکن کوئین کے کہہ سولوں کی وادی میں آ نکلا اور اب سوچ رہا ہوں کہ ایک ”ناول“ چمچہوں کی وادی کے نام سے کھ ڈالوں حالانکہ ابھی تک تاریک وادی“ ہی کا وعدہ ہوا ہے جس کا کھانا

یہ پیش سے مہمانی سے کھانے کو کھانے کا موت کا سایہ ابن صفی کے ہاں بار بار نظر آتا ہے مگر اس موت کے اندیشہ کو یہ حقیقت گوارا بنا دیتی ہے کہ مصنف سے اس کے تباری کسی جنت کر سکتے ہیں۔ موت کا اندیشہ اور قمار سے محبت یہی ماری داستان کی طرح ایک مختصر سے چیر گراف میں سمٹ آئی ہے۔

ہاں جب اس چمچہ نے مجھے دوسری راہ پر ڈال دیا تو شہزادی کی تلاش کیسے جاری رہ سکتی... نتیجہ یہی ہونا تھا کہ مگر شہزادی آپ تک در سے پہنچے، مگر خدا کی پناہ! اس ناخیر کی وجہ دریافت کرنے کے لیے آپ نے اتنے مصلوٹ کھڈا لے کہ اب میں موت سے بھی ڈرنے لگا ہوں... پتا نہیں کب مر جاؤں اور آپ قبر پر ڈنڈے مار مار کر کہیں فلاں فلاں ناول فلاں تالیف کو منظر عام پر لانے سے پہلے ہی مر جانے کا حق چھ کو کھڑکھڑا حاصل ہوا...

مجاہد لکھنوی

## ابن صفی

مختصر جو شخص سلطنت حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے وہ غریب چمچہ ہے۔ شہزادان اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے اور اسے اشرف الملوقات بنانا ہے۔ لائق لے ہمارے دل میں اس جذبہ کے کل کیل کیا تو ہم بھی ایک چمچہ کی طرح ہیں رکھ دیے جائیں تو ہم پر سے رہتے ہیں صرف محض کاغذ پر ہی ہے جو انسان کو کبھی پیدا کرنا ہوتا ہے اس کی دلیل اور حجت تو یہی کہ میں بھی موجود ہے۔ لائق لے ہمارے دل میں اس جذبہ کے کل کیل کیا تو ہم بھی ایک چمچہ کی طرح ہیں رکھ دیے جائیں تو ہم پر سے رہتے ہیں صرف محض کاغذ پر ہی ہے جو انسان کو کبھی پیدا کرنا ہوتا ہے اس کی دلیل اور حجت تو یہی کہ میں بھی موجود ہے۔

”جب تم کو شہزادی ہاؤں کے بیٹے سے لگا لیا گیا (تو اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے نہ کچھ)“  
جہالت اللہ الامی کی اس سطر کے لیے اگر انسان اپنی زندگی میں کچھ حاصل کرتا ہے کسی وجہ پر فائز ہوتا ہے بلکہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں کو شہزادے بنائے تو اس کے پیچھے صرف اور صرف ایک ہی چیز ہوتی ہے۔ محض اھڑ بھڑ کا جذبہ۔  
جاسوسی کا لفظ فی زمانہ اور قتل و غارتگری کا لفظ ہو کر رہ گیا ہے۔ کسی مجرم کی تلاش کو جاسوسی کہا جاتا ہے۔ کسی غیر ملکی کارروائی کی چھان بین کو جاسوسی قرار دیا جاتا ہے۔ جبکہ یہ دونوں کئی کوہنگانے کے قیام میں کوئی خاص کام نہیں کرتے۔ جب کہ اس لفظ کے معنی بہت ہی وسیع ہیں۔ عربی زبان میں اصل اور حجت کے الفاظ محض اور چھائی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ انسانی جسم میں ہی دو مقام ہیں جہاں سے پورے نظام جسمانی کی کیفیت کا پتا چلتا ہے۔ قدیم دور سے آج تک ہر طبیب دیکھ کر مجھ پر قی کی شخصیات اُچی دو مقامات سے کرتا ہے اگر ہم ان سے اس عمل کو بھی جاسوسی کہیں تو غلط نہ ہوگا۔

”جاسوسی“ کے جذبہ کا ارتقاء انسان کے ادراک اور عقل کے

کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ ذخیال میں آنے کے بعد سب سے پہلے وہ کان میں آنے والی آوازیں کی جستجو کرتا ہے۔ انھیں پہچاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہے (اسی لیے ہم بچے کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے اسے آواز سناتے ہیں) پھر جس کے اس عمل میں کان کے ساتھ ساتھ انھیں بھی شامل ہوجاتی ہیں۔ آواز کو سن کر اور پہچان کر کہ ہوں کان آواز کی طرف توجہ دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ صرف سن لینے سے اس کے جذبہ کی تکمیل نہیں ہوتی۔ یہ جاسوسی کی دوسری منزل ہوتی ہے۔ اس کے بعد دیکھنا کا دور آتا ہے اور پھر جب کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہیں ہوتا مختلف لوگوں اور چیزوں کی طرف جھکتا شروع کرتا ہے۔ اس طرح جب وہ آنکھ کھولنے کے قابل ہو جاتا ہے تو صرف سن لینے، دیکھ لینے اور ہاتھوں سے محسوس کر لینے کے عمل سے بھی اس کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اب وہ سوالات کی بوجھا کر دیتا ہے۔ ماں باپ یا جو افراد بھی اس کے قریب ہوتے ہیں ان سے وہ ہر قسم کی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح ہم انسان کو پیدائشی جاسوسی ہیں تو غلط نہ ہوگا۔

ان مثالوں کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ جاسوسی کو کوئی بڑا فعل قرار دیا یا اس میں کوہرم جرم کے لیے محسوس کر دینا غلط ہے ہر قسم کے تحقیقی عمل کو وہ عملی ہوا ادنیٰ، تاریخی ہوا ادنیٰ جاسوسی قرار دیا جاسکتا ہے لیکن جہت کی بات ہے کہ تاریخی واضح دلیلوں کے بعد بھی اردو ادب کی طبع اور قد آور تحقیقوں نے جاسوسی کی باتوں کو ادبی تخلیقات میں غائب نہیں کیا۔ مستند و معتبر نقادوں نے اگر کہیں اردو پر تحقیق کی ان نگارشات کا ذکر کیا بھی تو ایک جگہ ذہن کی حیثیت سے کیا اور یہ غامض جاسوسی کہانیاں کہنے والے

ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ كَفَرَ بِرَأْسِهِ فَقَدْ كَفَرَ بِإِسْلَامِهِ".

[illegible][illegible]

ہر شخص کو اپنی جگہ پر رکھنا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جگہ پر نہیں رہتا تو اسے ہٹا دیا جائے گا۔

[illegible][illegible]

۱۷۵

کرتے تھے اس مسئلہ پر بھی کچھ کرنا ہی نہ تھا اور انھوں نے  
اسی میں رہتے ہی کچھ کر کے تھک چکے تھے اس لیے کہ اس  
سے پہلے وہ ہمیشہ تیار ہو کر دھوکا دینے کے لیے تیار رہتے  
تھے۔ اب ان کی توجہ اب اس پر آئی کہ وہ اس کے ساتھ دیکھ سکتے تھے۔  
ناشروں کی اس کارروائی سے وہ نئے نئے کام بھی  
دوسرے قریبی، غریبہ لائق تو یہ تھا کہ انھیں یہ کیا کیا  
کر اور انھیں اس میں ان کے سے پہلے تباہوں سے ملنے کے  
لوگوں کو دھوکا دیا اور تباہی و ہرجائی کے ہر خانہ کو لیں  
جس کو کسی نے بھی پسند نہیں کیا۔ نہ صرف وہ اپنے ان سے  
بہا نواز اور غیرہ اور مست باطن نے اس طرح کو کرنا شروع  
کیا کہ وہ رگہ رہتے تھے انھیں شرف و احترام کے پیشے کے لیے کب  
زہر قرار دیا گیا۔

[illegible][illegible]

تھیں۔ میں کا انگریز دوست ایک ادیب نے کوئی ایسا خط لکھا  
 پھر بیسویں صدی کے جو کچھ غرضیوں نے کیا اور جو سب سے  
 بڑا رسالہ نکالا ہے اس میں ہے کہ اس کا نام اس وقت کے افسانے  
 کے لیے یہاں ادیب غرضیوں کی ایک فہرست اپنے وقت کے ادیبوں  
 میں نام ہے۔ غرضی نے ایک رسالہ سے زیادہ ادب لکھا ہے۔  
 غرضی اور ایمنی نے کے درمیان ایک تنازعہ ہو چکا ہے۔  
 غرضی نے غرضیوں کو اپنی غرضی نمردان سے تھے وہ ہیں اور غرضیوں  
 کے پاس تھے۔ آزاد اور غرضیوں کی وہ غرضیوں کے تھے۔ ایمنی  
 کی ایک وہ بارگزن ہے۔ انھوں نے یہ کہہ کر کیا جواب دیا ہے  
 کہ غرضی کا انتقال وہ وہ ہوا ہے۔ ایمنی ہوا اس وقت  
 غرضی نے غرضیوں کے جسٹس کے لیے کہہ کر کیا جواب دیا ہے  
 کہ غرضی ادیب ہیں ان کا ادب بول رہا تھا۔

[illegible]

”اگر شخص کو شہرت و مقبولیت کا نگار نہ پڑھا تو یہ کچھ کر سکتے گا۔ یہ اپنے کاروبار پر بڑی مضبوط گرفت رکھتا ہے اور یہیں کہانی کے ساتھ آگے بڑھتا ہے لیکن وقت ایسے جیسے نگوں کا ساتھ دینے نہیں دیتا۔

طرزی صاحب کی پیش گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔ بڑی عافیت و مقبولیت ایسی حاصل ہوئی کہ دنیا بھر کی مٹی کی گولہ زور و زور و زور کاغذ نہیں جوتے اور مذہبی انھوں نے یہ صلا جیت کر بیٹروں کی طرح پیش کر کے دوست کھینے کی سوشل سٹی اور طرزی کی آخری بات کا اردو ادب کے ناخداؤں نے انسانی کو وہ مقام نہیں دیا جو ان کا حق تھا۔ ثابت ہوئی۔

ابن سنی کے جعفر جاسوسی کہانیاں لکھتے تھیں۔ یہیں تو بہت سے لوگ ہیں لیکن میری یادداشت میں صرف ابن ماجہ ہیں

قلم ایسے تھے جنہوں نے سلسلہ گہا اور جاسوسی ادب میں کچھ  
 اٹھانے بھی کیے۔ یہ اکرم الہ آبادی، عارف مارم دہی اور افکار اثر  
 ہیں۔ ان میں سے اکرم الہ آبادی زیادہ پڑے اور جنہوں نے  
 جنہوں نے نئے نئے عرصے تک قارئین کو اس فنحیل سے مجبور رکھا  
 کہ وہ اپنی ہی اور اکرم الہ آبادی میں سے کس کو افضل قرار دیں  
 لیکن بالآخر ابن مثنیٰ نے یہ معرکہ بھی مگر کیا۔

اسی دوران انگریزی نادلوں کے ترجمے کا زور پھر بڑھ  
 گیا۔ اب یہ ایک نئے رنگ کے ساتھ منظر عام پر آئے تھے حیدر آباد  
 (دکن) کے منظر الحق علی نے ڈاکو لا، سونا سندرات کا لاکھن  
 وغیرہ لکھ کر قارئین کو ایک نیا ڈاکو چکایا۔ یہ ناول اپنی ہیبت ناک کی  
 وجہ سے خاصے مقبول ہوئے اور جاسوسی ناولیں پڑھنے والوں کا دلچسپ  
 ہونے کے لیے بہت کافی تھے۔ ایک بڑی تہاد نے عام جاسوسی  
 ناول چھوڑ کر یہ ترجمے چھنا خور کر دیے مگر وادھوا ابن مثنیٰ وہ  
 ہستی تھی جو اس طوفان سے بھی متاثر نہ ہو سکے۔ ان کا قادی  
 بر تجربہ کرنے کے بعد پھر انہی کے پاس پہنچ گیا۔

ابن مثنیٰ کے خلاف آخری بظاہر پاکستانی وائٹنوں میں  
 خانے ہونے والی وہ طول کہانیاں تھیں جن کی بنیاد ہندوستانی  
 اور دیو مالانی پس منظر تھا۔ اس راہ سے قارئین کو دو خانے بنی  
 گئے تھے۔ ان کہانیوں میں یہ لڑکن واقعات بھی تھے اور سیکس  
 کے چٹارے بھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ پوجو یہ دوسری لذت ابن مثنیٰ  
 کی کہانیوں میں تقریباً مفقود ہوتی ہے اس لیے قارئین انھیں  
 جنھوں نے دیو مالانی کہانیوں کی طرف توجہ ہو جائیں تھے۔

لیکن ایسا سوچنے والے یہ بات سمجھ گئے کہ ایک دھلکے  
 کی آواز لگے کے لیے مزدور اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے پھر چند  
 ثانیے کے اندر جب اس کا ذہن اس بچہ تک پہنچ جاتا ہے کہ یہ  
 آواز ایک ملائی کی تھی تو وہ فوراً دھماکے کو فراموش کر دیتا ہے  
 ویسے ہی سیکس ایک وقتی، لمحات، تعزاتی جوش سے زیادہ کچھ  
 نہیں ہے۔

ابن مثنیٰ کی بر تجربہ زندگی کی جتنی جاگتی تصویر ہے۔ اس کا  
 ہر کردار بہلا اپنا سماجی محسوس ہوتا ہے جس کے لیے چند دستکاری  
 کی طرح تصور کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہ کہانی کے کرداروں کا ساتھ  
 دینے کے لیے کسی ذہنی معرکہ کی حاجت ہوتی ہے۔ ان کا تجربہ کردہ  
 ہر واقعہ ہماری اپنی زندگی کی کچھ کچھ ہے۔ اسی لیے ابن مثنیٰ کا  
 قادی ہر دوسری قریب کوٹھک کچھوڑتا ہے اس لیے کہ اچھے  
 ذائقے کے لیے تازگی بھی ایک شرط ہوتی ہے اور یہ تازگی یہ مہمک

پڑھنے والوں کو صرف ابن مثنیٰ کی قادیوں میں ملتی ہے۔  
 دل تو چاہتا ہے کہ ابن مثنیٰ کی ہر تجربہ ہر رنگ رنگ تیرہ کھوں  
 ہر کہانی کی تفصیل پیش کر دیں، اس کی خصوصیات، نمونوں، گہن اس  
 منزل سے جان بوجھ کر خاموشی کے ساتھ گزر رہا ہوں اس لیے  
 کہ یہ تفصیلات تو ابن مثنیٰ کے ہر قادی کے ذہن پر پہلی ہی نقش ہیں  
 میرے چند الفاظ اس میں کسی اضافہ کا باعث نہ ہوں گے پھر پھر  
 کہاوت ہے کہ۔

مشک آست کہ خود جوید نہ کہ عطار گوید  
 مشک وہی ہے جو خود خوشبو دے۔ یہ نہیں کہ عطار  
 اس کا تعارف کرانے۔

اپنی کہانیوں کی ابتداء میں ابن مثنیٰ نے جو پیش رس تجربہ  
 کیے وہ اپنا علاحدہ مقام رکھتے ہیں۔ ان مختصر تجربوں میں انھوں  
 نے بہت کچھ کہا ہے۔ بہت سے تھکے کو لے لیں۔ اشلون کہ ان  
 میں بڑے بڑے مسائل حل کیے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر یہ پیش رس  
 کی ان تجربوں کو دیکھ کر کسی کی شکل میں خائف نہ رہا جائے تو آج  
 کی تفصیلات میں اس کتاب کو وہی حیثیت حاصل ہوگی جو ایک  
 سو سال پہلے کے دور میں غالب کی اُردو سے ملنے کو دی گئی تھی۔  
 ابن مثنیٰ نصحت ہوئے لیکن اپنے پیچھے بہت کچھ چھوڑ گئے  
 عام طور پر لوگ ہل و دولت جانید اور اولادیں چھوڑتے ہیں  
 لیکن... ابن مثنیٰ تو بڑی ایک ڈونچا چھوڑ گئے ہیں۔ اپنی ساری  
 زندگی کا پھوڑا اپنی ذہنی کاوشوں کا انبار اور اس کے ساتھ اپنے  
 لا اعتداد پرستار۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سب انٹ اور لافانی ہیں  
 اور اس کے ساتھ ابن مثنیٰ بھی ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

یہ ابن مثنیٰ کی خوش قسمتی تھی کہ انھیں اپنے لافانہ ہوا خوں  
 کے ساتھ ساتھ ایک قدر دان و ناخدا اور لائق شکر و بھی ملی گا۔  
 ابن مثنیٰ کی جو ہر شناس نگ ہوں نے اسے پہچان بھی لیا۔ مگر ابن مثنیٰ  
 اس پڑھلوں انسان پر اصرار دہ کرتے تو ان کی تحریروں کے خزانے  
 کا بھی وہی انجام ہوتا جو اُس قدر پکا لڑکی کے کلام کا ہونے والا تھا  
 اور پھر شاید ہم ان کی ایک ایک تجربہ کو ہمیشہ ہمیشہ ترستے رہتے  
 مشتاق احمد قریشی کو اس سلسلہ میں جس قدر سراہا جائے کہت  
 کہ انھوں نے ابن مثنیٰ کی تجربہ کردہ ایک ایک سطر کو محفوظ کر لیا۔  
 انسانی سلیقہ کے ساتھ ان کی یہ سادہ کی خدمت میں آج  
 پیش کرتے رہتے ہیں۔ وہ نہ بھت و نہ جتا ہے۔ درمیان  
 نرد خوروں کی تھلاؤں کی پچھڑائی